نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ

اللہ نزل احسن الحدیث

ماهنامہ

الحدیث

حضرو

شمارہ نمبر 64

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

رمضان ۱۴۳۰ھ ستمبر ۲۰۰۹ء

مکتبۃ الحدیث

حضرو، اٹک: پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 6 | رمضان ۱۴۳۰ھ ستمبر ۲۰۰۹ء | شمارہ: 9

مدیر
حافظ زبیر علی زئی

معاونین
حافظ ندیم ظہیر
ابو خالد شاکر
محمد اعظم
ابو جابر عبداللہ دامانوی

قیمت
فی شمارہ : 20 روپے
سالانہ : 200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
250 روپے

خط کتابت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقامِ اشاعت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ
0302-5756937

اس شمارے میں

اُسوۂ حسنہ پر عمل

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

یقیناً تمھارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

☆ سیدنا محمد ﷺ رسول اللہ کی حیثیت اور ایک کامل شخصیت ہونے کے ناطے سے ساری انسانیت کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

☆ اتباعِ سنت میں ہی نجات ہے اور یہی صحابہ کرام کا طرزِ عمل تھا۔ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لستُ تارکا شیئاً کان رسول اللہ ﷺ یعمل بہ إلا عملت بہ فإني أخشی إن ترکت شیئاً من أمرہ أن أزیغ'' میں ایسا کوئی عمل بھی چھوڑنے والا نہیں ہوں جو عمل رسول اللہ ﷺ کرتے تھے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے آپ کے امر میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا تو سیدھی راہ سے بھٹک جاؤں گا۔ (صحیح بخاری:۳۰۹۳ مفہوماً)

معلوم ہوا کہ حدیثِ رسول کو بغیر شرعی دلیل کے اور بطورِ استخفاف چھوڑنے والے صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

امام سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے ایک سفر میں طلوعِ فجر کے خوف سے سواری سے اُتر کر وتر پڑھا۔ جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: کیا تمھارے لئے رسول اللہ کا عمل اچھا نمونہ نہیں ہے؟ تو سعید نے کہا: اللہ کی قسم! کیوں نہیں۔ تو ابن عمر نے فرمایا: یقیناً رسول اللہ ﷺ اونٹ پر وتر پڑھتے تھے۔ (دیکھئے صحیح بخاری:۹۹۹ و صحیح مسلم:۱۶۱۵)

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر واجب نہیں ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا ہر عمل: چاہے وہ دنیاوی طرز کا ہو یا اس کا تعلق احکامِ دین سے ہو اور تخصیص یا ممانعت کی دلیل نہ ہو تو اس پر عمل کرنا ہمارے لئے بھلائی کا منبع، ثواب کا باعث اور اُخروی نجات کا سبب ہے۔

کلمۃ الحدیث — ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

قوموں پر اللہ کا عذاب کیوں آتا ہے؟

۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ لَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے جو پورے امن واطمینان سے (زندگی بسر کررہی) تھی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے کفر کا رویہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور خوف کا مزہ چکھا دیا (ان پر بھوک اور خوف کو مسلط کر دیا) ان کرتوتوں کے بدلے میں جو وہ کررہے تھے۔ اور البتہ ان کے پاس ایک رسول ان ہی میں سے آیا تھا تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا پھر انھیں اللہ کے عذاب نے پکڑ لیا، اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔ (النحل:۱۱۲، ۱۱۳)

۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ○ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَ نَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ ○ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ؕ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ؑ اَوَ لَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ

عَلٰی قُلُوْبِ الْکٰفِرِیْنَ ۝ وَمَا وَجَدْنَا لِاَکْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَکْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ۝ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی بھی نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے سختی، تکلیف اور مصائب و مشکلات میں مبتلا کر دیا تا کہ وہ ہمارے سامنے عاجزی و انکساری اختیار کریں (اور ہماری طرف رجوع کریں) پھر ہم نے ان کی بدحالی کو خوشحالی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ لوگ خوب آسودہ حال ہو گئے تو وہ کہنے لگے کہ ہمارے آباء و اجداد کو بھی یہ مصائب و مشکلات پیش آتی رہی ہیں (یعنی وہ کہتے تھے یہ لیل و نہار کی الٹ پھیر اور گردش ہے) تو ہم نے ان کو اچانک (عذاب میں) پکڑ لیا اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انھوں نے تکذیب کی تو ان کی بداعمالی کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔ کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے (ہمارے عذاب سے) بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آپڑے جس وقت کہ وہ سوتے ہوں اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آ جائے اس حال میں کہ وہ کھیلوں میں مشغول ہوں، کیا وہ اللہ کی پکڑ سے بے فکر ہو گئے ہیں اور اللہ کی پکڑ سے ان لوگوں کے علاوہ کہ جن کی شامت آ گئی ہو کوئی بھی بے فکر نہیں ہوتا اور کیا ان لوگوں کو جو زمین کے وارث بنے وہاں کے لوگوں کی ہلاکت کے بعد (ان واقعات مذکورہ نے) یہ بات نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے جرائم کے سبب ان کو ہلاک کر ڈالیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں پھر وہ نہ سن سکیں، ان بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب کے پاس ان کے پیغمبر دلائل و معجزات لے کر آئے پھر انھوں نے جس چیز (دین حق) کو ابتدا میں جھوٹا کہہ دیا یہ بات ممکن نہ ہوئی کہ پھر اس کو مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح حق کو جھٹلانے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور ہم نے اکثر لوگوں کو فاسق و نافرمان ہی پایا۔

(الاعراف:۹۴ تا ۱۰۲)

۳) نیز فرمایا: ﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ پھر ہم نے ان سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی اور بعض کو سخت زوردار آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو ہم نے (پانی میں) ڈبو دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ ان لوگوں نے اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کیا تھا۔ (العنکبوت:۴۰)

معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول کے انکار اور دینِ حق سے منہ موڑنے اور بداعمالیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ان قوموں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا سے مٹا ڈالا اور آج امت مسلمہ کی بھی یہی حالت ہو چکی ہے قرآن مجید اور احادیث کی موجودگی کے باوجود یہ امت، اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار نہیں ہے اور نہ قرآن وحدیث کے روشن قوانین کو یہ اپنے اوپر نافذ کرنے کے لئے تیار ہے بلکہ اکثریت نے کتاب وسنت کا راستہ چھوڑ کر اپنی مرضی کی پگڈنڈیوں اور شرک وبدعات کو سینے سے لگایا ہوا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے لئے دعا

☆ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ستة أدعولهم بسحر : أحدهم الشافعي رضي الله عنه''

میں سحری کے وقت چھ آدمیوں کے لئے دعا کرتا ہوں: ان میں ایک شافعی ہیں، اللہ اُن سے راضی ہو۔ (الطیوریات ۲/۲۶۸ ح ۱۹۴، وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ اہلِ ایمان کو ایک دوسرے سے محبت کرنی چاہئے اور ایک دوسرے کے لئے دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کا بہت بڑا مقام تھا۔

حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصابیح

علم کے ساتھ کتاب وسنت کی تبلیغ

کتاب العلم

پہلی فصل

۱۹۸) عن عبداللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ ﷺ:

((بلّغوا عني ولو آیة و حدثوا عن بني إسرائیل ولا حرج ومن کذب علي متعمدًا فلیتبوأ مقعده من النار .)) رواہ البخاري .

(سیدنا) عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مجھ سے (لے کر) آگے تبلیغ کرو اگرچہ ایک آیت ہی ہو اور بنی اسرائیل سے حدیثیں بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔ اسے بخاری (۳۴۶۱) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کسی انسان کے پاس قرآن مجید کی صرف ایک آیت کا ہی علم ہو تو وہ اسے دوسرے بھائیوں تک پہنچادے۔ مبلغ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ دلیل سے بات کرے لیکن اس کے لئے تمام دلائل کا احاطہ ضروری نہیں ہے۔

۲: لفظ آیت کے چار معنی ہیں: قرآن مجید کی آیت، دو چیزوں کے درمیان جدائی والی خاص نشانی، بہت عجیب بات اور بڑی مصیبت۔

حدیثِ مذکور میں اول الذکر مراد ہے۔

۳: ہر انسان حسبِ استطاعت تبلیغ دین پر مامور ہے۔

۴: بنی اسرائیل کی روایات بیان کرنا جائز ہے بشرطیکہ یہ روایتیں اپنے قائل تک باسند صحیح

ثابت ہوں اور شریعتِ محمدیہ (علی صاحبھا الصلوۃ والسلام عدد النجوم فی السماء) کے خلاف نہ ہوں۔

۵: رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے۔

۶: ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ حسبِ ضرورت دین کا علم سیکھے، جو اس کے عقائد اور اعمال صحیح کرنے میں مؤید ہو اور اگر وہ تفصیلی علم حاصل نہ کر سکے تو اُس پر یہ لازم ہے کہ صحیح العقیدہ علمائے حق کی طرف رجوع کرے اور اُن سے کتاب وسنت اور اجماع (وآثارِ سلف صالحین) کا علم حاصل کرے۔

یاد رہے کہ عام آدمی کا علماء کے پاس جا کر مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے، ورنہ عصرِ حاضر میں ہی صرف حنفی وتقلیدی حضرات میں ہزاروں امام بن جائیں گے جن کی تقلید کی جاتی ہے (!) اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

۷: حدیث حجت ہے۔

۱۹۹) وعن سمرة بن جندب والمغيرة بن شعبة قالا: قال رسول الله ﷺ: ((مَن حدّث عني بحديثٍ يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين .)) رواه مسلم .

اور (سیدنا) سمرہ بن جندب اور (سیدنا) مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہما) دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کی جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

اسے مسلم (۱) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: جھوٹ بولنا مطلقاً حرام ہے لیکن اللہ اور رسول پر جھوٹ بولنا تو کبیرہ گناہ، حرام بلکہ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے۔

۲: بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس شدید وعید اور دلائل کے باوجود اللہ اور رسول پر جھوٹ بولتے ہیں، موضوع اور بے اصل روایات لکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ کیا انھیں اللہ کی پکڑ کا

کوئی ڈر نہیں ہے؟!

۳: جھوٹ بولنے والے راویوں کے ساتھ وہ شخص بھی برابر کا شریک ہے جو جھوٹی روایات کو لوگوں کے سامنے بغیر تنبیہ کے بیان کرتا رہتا ہے۔

اگر حدیثِ مذکور میں کاذبین سے مراد تثنیہ (دو) لیا جائے تو پھر دو شخص اس حدیث کے مخاطب ہیں: وہ جس نے جھوٹی حدیث بنائی ہے، اور وہ شخص جو یہ جھوٹی حدیث لوگوں کے سامنے بغیر تنبیہ کے بیان کرتا ہے۔

۴: اس شدید وعید سے اشارتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث وحی اور حجت ہے، جس کی حفاظت کے لئے یہ بتا دیا گیا ہے کہ جھوٹی حدیث بیان کرنے والا شخص جھوٹا ہے اور یہ شخص جہنم میں جائے گا جیسا کہ دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

۵: علماء پر یہ ضروری ہے کہ حدیث بیان کرتے وقت اس کی تحقیق کرلیں، بلکہ علمِ اسماء الرجال اور اصولِ حدیث کو ہمیشہ مدِنظر رکھیں۔

۲۰۰) وعن معاوية قال قال رسول الله ﷺ :((مَن يُرِدِ الله به خيرًا يفقهه فى الدين و إنما أنا قاسم و الله يعطي .)) متفق عليه .

اور (سیدنا) معاویہ (بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جس کے ساتھ خیر (بھلائی) کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دینے والا ہے۔

متفق علیہ (بخاری: ۷۱، مسلم: ۹۸/ ۱۰۳۷)

فقہ الحدیث:

۱: فقہ اصل میں فہم اور سوجھ بوجھ کو کہتے ہیں۔ اس حدیث میں تفقہ فی الدین کی بڑی فضیلت ہے۔ اس تفقہ والے یعنی فقہاء سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے:

”وقد جزم البخاري بأن المراد بهم أهل العلم بالآثار ، وقال أحمد بن

حنبل :إن لم یکونوا أھل الحدیث فلا أدري من ھم ...'' (امام) بخاری نے بطورِ جزم بتایا ہے کہ ان سے مراد آثار (احادیث) جاننے والے علماء ہیں اور احمد بن حنبل نے فرمایا: اگر یہ لوگ اہلِ حدیث (محدثین) نہیں ہیں تو پھر مجھے نہیں پتا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ (فتح الباری ج۱ص۱۶۴ تحت ح۷۱) نیز دیکھئے عمدۃ القاری (ج۲ص۵۲)

امام بخاری کے قول کے لئے دیکھئے مسألۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب (ص۴۷ وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل کے قول کے بارے میں دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (ص۲ وسندہ حسن)

یہ کہنا کہ محدثین کرام فقہاء نہیں تھے، بہت بڑا جھوٹ ہے۔

امام بخاری کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا:

''وإمام الدنیا في فقه الحدیث''

اور آپ فقۂ حدیث میں دنیا کے امام تھے۔ (تقریب التہذیب:۵۷۲۵)

امام مسلم کے بارے میں فرمایا: ''... عالم بالفقه'' فقہ کے عالم (تقریب التہذیب:۶۶۲۳)

۲: وإنما أنا قاسم (اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں) کی تشریح میں قسطلانی نے لکھا ہے: ''أي أقسم بینکم تبلیغ الوحي من غیر تخصیص '' یعنی میں بغیر کسی تخصیص کے تمھارے درمیان وحی کو تقسیم کر رہا ہوں۔ (ارشاد الساری ج۱ص۱۷۰)

معلوم ہوا کہ قاسم سے مراد قرآن وحدیث کا علم لوگوں میں تقسیم کرنا اور پھیلانا ہے۔

بعض لوگوں نے اس سے تقسیمِ مال (یعنی مالِ غنیمت کی لوگوں میں تقسیم) مراد لیا ہے اور یہ مفہوم بھی صحیح ہے۔

۳: یہ حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبے میں بیان فرمائی، جو اس کی دلیل ہے کہ خلفائے اسلام حدیث کو حجت سمجھتے تھے اور عوام میں اُس کی علانیہ تبلیغ بھی کرتے تھے لہٰذا منکرینِ حدیث کا صحیح حدیث سے انکار خوارج ومعتزلہ کی تقلید اور عجمی سازش ہے۔

۴: یہ تقسیم کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا اور آپ کی وفات کے بعد اب تمام تفقہ آپ کی احادیثِ صحیحہ کی اتباع میں ہی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

دلہن کی گود میں چھوٹا بچہ اور دولہا کے گلے میں ہار

سوال: جب گھر میں نئی دلہن آتی ہے تو بعض لوگ اُس کی گود میں چھوٹا بچہ بٹھاتے ہیں تاکہ اُس کی بھی اولاد ہو۔ کیا یہ جائز ہے؟ (حاجی نذیر خان، دامان حضرو)

جواب: یہ ہندوانہ رسم ہے جس کا اسلام میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

لطیفہ: احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے:

''دُلھن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے یہ پانی بھی قابلِ وضو رہنا چاہئے اگر دُلھن باوضو یا نابالغہ تھی کہ یہ اور اس کا سابق از قبیل اعمال ہیں نہ از نوع عبادات اگرچہ نیت اتباع انہیں قربت کردے واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاویٰ رضویہ مع تخریج وترجمہ عربی عبارات ج ۲ ص ۵۹۵ فقرہ: ۱۵۶)

بریلوی کی یہ بات کہ ''پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں ...'' بالکل بے دلیل اور مردود ہے بلکہ عوام کی گپ شپ معلوم ہوتی ہے جسے فتاویٰ رضویہ میں بطورِ استدلال درج کرلیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

دولہا کے گلے میں ہار؟

سوال: دولہا کے گلے میں ہار ڈالنا کیسا ہے؟ (حاجی نذیر خان، دامان حضرو)

جواب: یہ ایک فضول رسم ہے جس کا دینِ اسلام میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

گھر والوں کو السلام علیکم کہنا

سوال: کیا گھر میں داخل ہونے والا اپنے اہلِ خانہ مثلاً ماں، بہن، بیٹی اور بیوی وغیرہا کو السلام علیکم کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ دلیل سے جواب دیں۔ (حاجی نذیر خان، دامان حضرو)

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ

عِندِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ﴾ جب تم گھروں میں داخل ہوتو اپنوں کو سلام کرو، وہ تحفہ جو اللہ کی طرف سے برکتوں والا پاک ہے۔ (النور:٦١)

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''إذا دخلت علٰی أھلك فسلّم علیھم تحیة من عند اللّٰه مبارکة طیبة'' جب تو اپنے گھر والوں کے پاس داخل ہو تو انھیں سلام کہہ، ایسا تحفہ جو اللہ کی طرف سے برکت والا پاک ہے۔

(الادب المفرد للبخاری:١٠٩٥ وسندہ صحیح)

اس آیت اور فتویٔ صحابی سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں مثلاً ماں، بیٹی، بہن، بیوی اور بھائی وغیرہ کو السلام علیکم کہنا چاہئے۔ اس میں بڑی برکت اور ثواب ہے۔ والحمد للہ

کیا چاروں امام برحق ہیں؟

سوال: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ چار امام برحق ہیں مگر تقلید صرف ایک کی کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے جواب دیں کہ امام کس طرح برحق ہیں اور اُن کو ماننا کس حد تک جائز ہے؟ (حاجی نذیر خان، دامان حضرو)

جواب: اہلِ اسلام میں ہزاروں لاکھوں امام گزرے ہیں مثلاً تمام صحابۂ کرام، تمام صحیح العقیدہ ثقہ تابعین و تبع تابعین اور دیگر ائمہ عظام رحمہم اللہ اجمعین۔

اس وقت دنیا میں آلِ تقلید کے کئی گروہوں میں سے دو بڑے گروہ ہیں:

اول: مذاہب اربعہ میں سے صرف ایک مذہب کی تقلید کرنے والے: یہ لوگ امام مالک، ابوحنیفہ، شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ کو چار امام کہتے ہیں۔

دوم: شیعہ یعنی روافض: یہ اہلِ بیت کے بارہ اماموں کو امام برحق اور معصوم مانتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اہلِ سنت کی طرف منسوب تقلیدی مذاہب والے لوگوں کے نزدیک چار اماموں سے مراد مالک بن انس المدنی، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی الکابلی، محمد بن ادریس الشافعی

الہاشمی اوراحمد بن حنبل الشیبانی البغدادی رحمہم اللہ ہیں۔

مذکورہ چارا اماموں کو برحق ماننے کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

ا: یہ چاروں حدیث اور فقہ کے بڑے امام تھے۔

عرض ہے کہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں جمہور سلف صالحین کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل التاریخ الکبیر للبخاری، الکنیٰ للامام مسلم، الضعفاء للنسائی، الکامل لابن عدی، الضعفاء للعقیلی، المجروحین لابن حبان اور میری کتاب ''الاسانید الصحیحہ فی اخبار الامام ابی حنیفہ'' میں ہے۔

پانچویں صدی ہجری سے لے کر بعد والے زمانوں میں عام اہلِ حدیث علماء (محدثین) کے نزدیک امام ابوحنیفہ فقہ کے ایک مشہور امام تھے اور یہی راجح ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ''فقیه مشهور'' یعنی امام ابوحنیفہ مشہور فقیہ تھے۔

(دیکھئے تقریب التہذیب:۷۱۵۳)

امام یزید بن ہارون الواسطی (متوفی ۲۰۶ھ) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''أدركت الناس فما رأيت أحداً أعقل ولا أفضل ولاأورع من أبي حنيفة '' میں نے (بہت سے) لوگوں کو دیکھا ہے لیکن ابوحنیفہ سے زیادہ عقل والا، افضل اور نیک کوئی بھی نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ص ۳۶۴ وسندہ صحیح)

سنن ابی داود کے مصنف امام ابوداود سجستانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''رحم الله مالكا كان إمامًا ، رحم الله الشافعي كان إمامًا ، رحم الله أبا حنيفة كان إمامًا '' مالک (بن انس) پر اللہ رحم کرے وہ امام تھے، شافعی پر اللہ رحم کرے وہ امام تھے، ابوحنیفہ پر اللہ رحم کرے وہ امام تھے۔ (الانتقاء لابن عبدالبر ص ۳۲ وسندہ صحیح، الاسانید الصحیحہ ص ۸۲)

ان کے علاوہ حکم بن ہشام الثقفی، قاضی عبداللہ بن شبرمہ، شقیق البلخی، عبدالرزاق بن ہمام صاحب المصنف، حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ذہبی وغیرہم سے امام ابوحنیفہ کی تعریف و ثناء ثابت ہے۔

تنبیہ: حدیث میں ثقہ ہونا یا نہ ہونا، حافظے کا قوی ہونا یا نہ ہونا، یہ علیحدہ مسئلہ ہے جس کی

مفصل تحقیق ''الاسانید الصحیحہ ''میں مرقوم ہے۔بطورِ خلاصہ عرض ہے کہ جمہور محدثین نے (جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے) امام صاحب پر حافظے وغیرہ کی وجہ سے جرح کی ہے۔

ماہنامہ الحدیث حضرو، وغیرہ میں ہم نے اپنا منہج بار بار واضح کر دیا ہے کہ اگر محدثین کرام کے درمیان کسی راوی کے بارے میں جرح وتعدیل کا اختلاف ہوتو ہمارے نزدیک، تطبیق نہ ہونے کی صورت میں ہمیشہ جمہور محدثین کوترجیح حاصل ہوتی ہے۔

باقی تینوں امام حدیث میں ثقہ اور فقہ میں امام تھے۔رحمہم اللہ اجمعین

۲: اگر چار امام برحق ہونے کا یہ مطلب ہے کہ لوگوں پر ان چاروں میں سے صرف ایک امام کی تقلید واجب یا جائز ہے،تو یہ مطلب کئی وجہ سے باطل ہے:

① عربی لغت میں ''بے سوچے سمجھے یا بے دلیل پیروی'' کوتقلید کہتے ہیں۔دیکھئے القاموس الوحید (ص۱۳۴۶)اور میری کتاب: ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' ص ۷

بے دلیل پیروی قرآن مجید کی رُو سے ممنوع ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ اور جس کا تجھے علم نہ ہو،اُس کی پیروی نہ کر۔

(سورۃ بنی اسرائیل:۳۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقلید نہیں کرنی چاہئے۔

نیز دیکھئے المستصفیٰ من علم الاصول للغزالی (۳۸۹/۲) اعلام الموقعین لابن القیم (۱۸۸/۲) اورالرد علیٰ من اخلد الی الارض للسیوطی (ص۱۲۵،۱۳۰)

② رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث میں ائمہ اربعہ میں سے صرف ایک امام کی تقلید کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے لہٰذا مروّجہ تقلید بدعت ہےاور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم:۸۶۸،دارالسلام:۲۰۰۵)

③ صحابۂ کرام سے مروّجہ تقلید ثابت نہیں بلکہ بعض صحابہ سے صراحتاً تقلید کی ممانعت ثابت ہے۔مثلاً سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو.....الخ

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/۲، وسندہ صحیح، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۵)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رہا عالم کی غلطی کا مسئلہ تو اگر وہ سیدھے راستے پر بھی ہو تو اپنے دین میں اُس کی تقلید نہ کرو۔ الخ

(کتاب الزہد للامام وکیع بن الجراح ج ۱ ص ۲۹۹، ۳۰۰ ح ۷۱ وسندہ حسن، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳٦)

④ اس پر اجماع ہے کہ مروّجہ تقلید ناجائز ہے۔

دیکھئے النبذۃ الکافیۃ فی احکام اصول الدین لابن حزم (ص ۷۱) الرد علیٰ من اخلد الی الارض للسیوطی (ص ۱۳۱، ۱۳۲) اور دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۳۴، ۳۵)

⑤ تابعین کرام میں سے کسی سے بھی مروّجہ تقلید ثابت نہیں بلکہ ممانعت ثابت ہے۔ مثلاً امام شعبی نے فرمایا: یہ لوگ تجھے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بتائیں تو اسے پکڑ لو اور جو بات وہ اپنی رائے سے کہیں، اُسے کوڑے کرکٹ پر پھینک دو۔

(مسند الدارمی ۱/۶۷ ح ۲۰٦ وسندہ صحیح)

حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں میں سے ہر آدمی کی بات آپ لے بھی سکتے ہیں اور رد بھی کر سکتے ہیں سوائے نبی ﷺ کے [یعنی آپ ﷺ کی ہر بات لینا فرض ہے۔]

(الاحکام لابن حزم ٦/۲۹۳ وسندہ صحیح)

ابرہیم نخعی رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول پیش کیا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں تم سعید بن جبیر کے قول کا کیا کرو گے؟

(الاحکام لابن حزم ٦/۲۹۳ وسندہ صحیح)

⑥ لوگوں کے مقرر کردہ ان چاروں اماموں سے بھی مروّجہ تقلید کا جواز یا وجوب ثابت نہیں بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ولا تقلدوني'' اور تم میری تقلید نہ کرو۔

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۵۱ وسندہ حسن، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸)

مزید عرض ہے کہ امام شافعی نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا تھا۔

دیکھئے مختصر المزنی (ص ۱)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: اپنے دین میں تُو اِن میں سے کسی ایک کی بھی تقلید نہ کر۔ (مسائل ابی داود ص ۲۷۷)

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ''یہ ممانعت صرف مجتہدین کے لئے ہے'' بے دلیل ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہے۔

۷ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اے یعقوب (ابویوسف)! تیری خرابی ہو، میری ہر بات نہ لکھا کر، میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے۔ کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پھر پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔

(تاریخ یحییٰ بن معین، روایۃ الدوری ۲/۶۰۷ ت ۲۴۶۱ وسندہ صحیح، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۹)

مشہور ثقہ راوی قاضی حفص بن غیاث النخعی الکوفی (متوفی ۱۹۴ھ) نے فرمایا:

''كنت أجلس إلى أبي حنيفة فأسمعه يفتي فى المسئلة الواحدة بخمسة أقاويل فى اليوم الواحد، فلما رأيت ذلك تركته و أقبلت على الحديث''

میں ابوحنیفہ کے پاس بیٹھتا تھا تو ایک دن میں ہی انھیں ایک مسئلے کے بارے میں پانچ اقوال کہتے ہوئے سنتا، جب میں نے یہ دیکھا تو انھیں ترک کر دیا (یعنی چھوڑ دیا) اور حدیث (پڑھنے) کی طرف متوجہ ہو گیا۔ (کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد بن حنبل: ۳۱۶ وسندہ صحیح)

حفص بن غیاث سے اس روایت کے راوی عمر بن حفص بن غیاث ثقہ تھے۔ دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۶/۱۰۳ ت ۵۴۴ نقلہ عن ابیہ ابی حاتم الرازی قال: کوفي ثقة) اُن پر جرح مردود ہے۔

عمر بن حفص کے شاگرد ابراہیم بن سعید الجوہری ابواسحاق ثقہ ثبت تھے۔ دیکھئے تاریخ بغداد (۶/۹۳ ت ۳۱۲۷) اور الاسانید الصحیحۃ (ص ۱۴) اُن پر ابن خراش رافضی کی جرح مردود ہے۔

ابراہیم الجوہری رحمہ اللہ اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ احمد بن یحییٰ بن عثمان نے اُن کی متابعتِ تامّہ کر رکھی ہے۔

دیکھئے کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی (ج۲ص ۷۸۹)
اگر احمد بن یحییٰ بن عثمان کا ذکر کاتب کی غلطی نہیں تو عرض ہے کہ یعقوب بن سفیان سے مروی ہے کہ میں نے ہزار اور زیادہ اساتذہ سے حدیث لکھی ہے اور سارے ثقہ تھے الخ

(تہذیب الکمال ج اص ۴۶ مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، اختصار ابن منظور ۱۰۶/۳، ترجمہ احمد بن صالح المصری)

تاریخ دمشق کا مذکورہ ترجمہ نسخۂ مطبوعہ میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس قول کی سند مل نہ سکی اور یہ قول اختصار کے ساتھ تاریخ بغداد (۱۹۹/۴، ۲۰۰ وسندہ صحیح) وغیرہ میں موجود ہے۔ واللہ اعلم نیز دیکھئے التنکیل لمافی تأنیب الکوثری من الأباطیل (۲۴/۱)

⑧ بعد کے علماء نے بھی مروّجہ تقلید سے منع فرمایا تھا مثلاً امام ابو محمد القاسم بن محمد بن القاسم القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے مقلدین کے رد پر ایک کتاب لکھی۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۳۲۹/۱۳ ت ۱۵۰) اور دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۳۹)

حافظ ابن حزم نے کہا: اور تقلید حرام ہے۔ (النبذۃ الکافیہ فی احکام اصول الدین ص ۷۰)

عینی حنفی (!) نے کہا: پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب کرتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ ج اص ۳۱۷)

⑨ دینِ اسلام میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ امام ابو حنیفہ کی تقلید کرنے والے پر امام شافعی وغیرہ کی تقلید حرام ہے۔

⑩ مروّجہ تقلید کی وجہ سے اُمت میں بڑا انتشار اور اختلاف ہوا ہے۔

مثلاً دیکھئے الفوائد البہیہ (ص ۱۵۲، ۱۵۳) میزان الاعتدال (۵۲/۴) فتاویٰ البزازیہ (۱۱۲/۴) اور دین میں تقلید کا مسئلہ (۸۹، ۹۰)

مزید تفصیل کے لئے اعلام الموقعین وغیرہ بہترین کتابوں کا مطالعہ کرنا مفید ہے۔

درج بالا جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ فقیہ ہونے کے لحاظ سے چاروں امام اور دوسرے ہزاروں لاکھوں ثقہ صحیح العقیدہ امام برحق تھے مگر دین میں مروّجہ تقلید کسی ایک کی بھی جائز نہیں اور لوگوں پر یہ فرض ہے کہ سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں قرآن وحدیث اور اجماع پر عمل

کریں اور مروّجہ تقلیدی مذاہب سے اپنے آپ کو دُور رکھیں کیونکہ ان تقلیدی مذاہب کے اماموں کی پیدائش سے پہلے اہلِ سنت کا مذہب دنیا میں موجود تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کے پیدا ہونے سے پہلے اہلِ سنت و جماعت کا مذہب قدیم ومشہور ہے کیونکہ یہ صحابہ کا مذہب ہے۔

(منہاج السنۃ ج ۱ ص ۲۵۶، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۶۳)

نماز کی نیت زبان سے؟

سوال: ہمارے علاقے میں عام لوگ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو تکبیر سے پہلے، زبان سے نماز کی نیت کرتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ (حاجی نذیر خان، دامان حضرو)

جواب: زبان کے ساتھ نماز کی نیت کرنا قرآن مجید، احادیث صحیحہ، اجماع، آثارِ صحابہ اور آثارِ تابعین سے قطعاً ثابت نہیں ہے لہذا یہ عمل غلط ہے اور اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

نیز دیکھئے میری کتاب ''ہدیۃ المسلمین'' حدیث نمبر ۱

نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے دعا؟

سوال: نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے اور آپ کے صدقے سے دعا کرنا کیسا ہے؟

(حاجی نذیر خان، دامان حضرو)

جواب: نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے وسیلے سے اور آپ کے صدقے سے دعا کرنا قرآن، حدیث، اجماع اور آثار سلف صالحین سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''الوسیلۃ'' وغیرہ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ استسقاء کرتے (یعنی نماز استسقاء پڑھتے) تو فرماتے:

اے اللہ ہم تیری طرف نبی ﷺ (کی دعا) کے ذریعے سے توسل کرتے تھے تو تُو ہمیں پانی پلاتا تھا اور ہم نبی (ﷺ) کے چچا کے ذریعے (یعنی اُن کی دعا) سے توسل کرتے ہیں لہذا

ہم پر پانی نازل فرما۔ پھر بارش ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری:۱۰۱۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ کا کوئی وسیلہ نہیں بلکہ زندہ آدمی کی نماز اور دعا کا وسیلہ ثابت ہے۔ اس حدیث میں توسل سے مراد زندہ آدمی کی دعا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ

''ویکره ان یقول فی دعائه بحق فلان او بحق انبیاء ك ورسلك لا نه لاحق للمخلوق علی الخالق'' اور دعا میں بحق فلان یا بحقِ انبیاء ورسل کہنا مکروہ ہے کیونکہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۷۵ کتاب الکراہیۃ)

بغیر کسی وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے اور علیم وقدیر ہے۔ تمام انبیاء وشہداء وصالحین بغیر کسی وسیلے کے ڈائریکٹ صرف ایک اللہ رب العالمین سے ہی دعائیں مانگتے تھے۔

نور اور بشر کا مسئلہ؟

سوال: کیا یہ جائز ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو صرف نور مانا جائے اور بشر نہ مانا جائے؟ دلیل سے جواب دیں۔ (حاجی نذیر خان، دامان حضرو)

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ رسول اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ انسان اور بشر تھے جیسا کہ قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إنما أنا بشر)) إلخ میں تو بشر ہوں۔ الخ

(صحیح بخاری:۶۹۶۷، صحیح مسلم:۱۷۱۳)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''کان بشرًا من البشر'' آپ (ﷺ) انسانوں میں سے ایک بشر تھے۔ (الادب المفرد للبخاری:۵۴۱ وسندہ صحیح، روایۃ البخاری عن عبداللہ بن صالح کاتب اللیث صحیحۃ وتابعہ عبداللہ بن وہب عند ابن حبان فی صحیحہ، الاحسان:۵۶۴۶، دوسرا نسخہ:۵۶۷۵)

تمام صحابہ وتابعین کا یہی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں

سے تھے اور بشر تھے۔ کسی ایک آیت یا حدیث سے آپ کی بشریت کی نفی ثابت نہیں ہے۔
انگریزوں کے دور میں پیدا ہونے والے بریلوی فرقے کی مشہور کتاب ''بہارِ شریعت'' میں
لکھا ہوا ہے کہ ''عقیدہ۔ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی
ہو۔ اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔ عقیدہ۔ انبیاء سب
بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔'' (حصہ اول ص ۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ بشر ہونے کے ساتھ رسول، نبی اور نورِ ہدایت بھی
تھے لیکن یہ کہنا کہ آپ بشر نہیں بلکہ نور من نور اللہ تھے، کتاب وسنت کے خلاف اور باطل
عقیدہ ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ آپ نوری مخلوق تھے جو لباسِ بشریت میں دنیا میں
تشریف لائے تھے، کیونکہ اس عقیدے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ وما علینا إلا البلاغ
(۲۰/ دسمبر ۲۰۰۸ء)

امام بخاری کی قبر اور مشک کستوری؟

محمد بن ابی حاتم الوراق (وراق البخاری) سے روایت ہے کہ میں نے (ابو منصور)
غالب بن جبریل (الخرتنگی السمر قندی) سے سنا: جب ہم نے (امام) بخاری کا جنازہ
پڑھا اور آپ کو قبر میں دفن کیا تو مٹی سے مشک (کستوری) کی خوشبو (مہک) آتی رہی
اور عرصہ دراز تک لوگ دُور دُور سے آ کر قبر کی مٹی کو بطورِ تبرک لے جاتے رہے۔
(ہدی الساری ص ۴۹۳، تذکرۃ المحدثین از غلام رسول سعیدی بریلوی ص ۱۷۹)

یہ سارا قصہ ثابت نہیں ہے کیونکہ نہ تو محمد بن ابی حاتم الوراق کا ثقہ وصدوق ہونا
معلوم ہے اور نہ غالب بن جبریل کی توثیق کہیں ملی ہے۔ محمد بن ابی حاتم الوراق تک سند
بھی نا معلوم ہے۔ مختلف قبروں کی مٹی اور خوشبو والے بے اصل اور ضعیف قصے آج کل
عوام الناس میں بہت پھیلے ہوئے ہیں، جن سے اجتناب ضروری ہے۔
وما علینا إلا البلاغ (۲۹/ جون ۲۰۰۹ء)

محمد زبیر صادق آبادی

ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخی

[۱]

ماسٹر امین اوکاڑوی آلِ دیوبند کے مشہور مناظر تھے۔ آلِ دیوبند کو ان پر بہت ہی زیادہ فخر ہے۔ ماسٹر امین اوکاڑوی اہلِ حدیث (اہلِ سنت) کے خلاف بہت ہی زیادہ گندی زبان استعمال کرتے تھے۔ ایسے الفاظ استعمال کرتے تھے کہ شمارہ الحدیث میں ان کو نقل کرنا ہی مناسب نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۵ ص ۴۲۶، ج ۲ ص ۱۹۳)

ماسٹر امین نے اپنے ایک بھتیجے محمود عالم صفدر کی تربیت کی، وہ بھی ماسٹر امین اوکاڑوی کی بولی بولنے لگا ہے اور اس نے بھی اہل حدیث کے خلاف ایسی گندی زبان استعمال کی ہے جس کو یہاں نقل تو نہیں کیا جا سکتا البتہ تفصیل کے لئے دیکھئے فتوحات صفدر (ج ۳ ص ۱۵۲، حاشیہ)

اسی محمود عالم صفدر اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''جماعت غیر مقلدین کا بانی زیدی شیعہ کا شاگرد تھا اور خود بھی شیعہ ہو گیا تھا جس کی تفصیل آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اور زیدی شیعہ کو کافر کہنا واجب ہے۔ لہٰذا جماعت غیر مقلدین کو اہل حق میں کیسے کہا جا سکتا ہے؟ نہ ہی ان کو اہل سنت سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ خود اہل سنت کہلوانا پسند نہیں کرتے ، ورنہ یہ اپنا نام اہل حدیث نہ رکھتے۔ اس لئے ان کو نرم سے نرم الفاظ میں شیعہ یا چھوٹے رافضی کہہ سکتے ہیں، ورنہ بقول قاری عبدالرحمٰن محدث ان کا کفر شیعوں سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ ''ان موحدوں کے اسلام میں کلام ہے، بطو تنزل کے ان کو شیعہ کہنا چاہئے...'' (فتوحات صفدر ج ۲ ص ۳۵۵ تا ۳۵۶، حاشیہ)

[عبدالرحمٰن پانی پتی تقلیدی سخت فرقہ پرست تھا، اُس کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت نہیں بلکہ اُس نے اہلِ حدیث کے خلاف جھوٹ پر جھوٹ بولے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۴۲ ص ۲۱]

اسی محمود عالم صفدر نے ماسٹر امین اوکاڑوی کے مناظروں کو قطع وبرید کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ان مناظروں میں سے ہی امین اوکاڑوی کی دورُخی کی ایک واضح مثال پیشِ خدمت ہے:

ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک اہلِ حدیث عالم شمشاد سلفی حفظہ اللہ سے ایک مناظرہ فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر کیا اور اس مناظرے میں بڑے زور وشور سے دعویٰ کیا کہ مناظرے میں دلیل پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن سے دلیل پیش کرنی چاہیے جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے مماتی دیوبندی احمد سعید ملتانی سے ایک مناظرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر کیا اور اس میں بڑے زور وشور سے دعویٰ کیا کہ مناظرے میں قرآن کے بجائے حدیث پیش کرنی چاہیے۔

مولانا شمشاد سلفی حفظہ اللہ سے مخاطب ہو کر ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا:

''شمشاد صاحب اگر واقعی اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھتے ہیں تو ان کا یہ فرض تھا کہ پہلے مناظرہ کا یہ اصول بتاتے کہ نبی اقدس علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا تھا سب سے پہلے مسئلہ کہاں سے لوگے انہوں نے عرض کیا حضرت خدا کی کتاب سے لوں گا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اگر کتاب اللہ سے مسئلہ نہ ملے تو پھر کہاں سے لوگے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی سنت سے مسئلہ لوں گا۔ حدیث **فان لم تجد فیہ** کے لفظ ہیں۔ آپ اس کو ایسے ہی سمجھیں جیسے قرآن پاک میں آتا ہے اگر آپکو پانی نہ ملے تو پھر آپ تیمّم کریں گے۔ یا پانی کے ہوتے ہوئے بھی آپ تیمم کرنے کیلئے بیٹھ جائیں گے؟۔ تو شمشاد صاحب کا فرض ہے کہ اگر یہ اللہ کے نبی کی حدیث کو واقعی مانتے ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو یہ پہلے اٹھ کر یہ حدیث پڑھتے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بات کرنے کا یہ ڈھنگ بتایا ہے....'' (فتوحات صفدر ج ا ص ۳۹۲، دوسرا نسخہ ص ۳۵۴)

[تنبیہ: سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف ومردود ہے۔ مثلاً امام ترمذی نے فرمایا: میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں ہے۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۱۳۲۸)]

اسی طرح پروفیسر عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کے ساتھ مناظرہ میں اوکاڑوی نے اس بات پر زور دیا کہ پہلے قرآن سے دلیل پیش کی جائے۔ اوکاڑوی کے الفاظ یہ ہیں:

''میں یہ عرض کروں گا کہ پروفیسر صاحب کی یہ بات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے

بالکل خلاف ہے۔ نبی اقدس ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ فرمایا تو آپ کو یہ منشور بتایا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ شریف ہوگی **فان لم تجد فیہ** اگر اس میں مسئلہ نہ ملے تو پھر سنت رسول اللہ ﷺ کی باری آئے گی۔'' (فتوحات صفدر ج ۳ ص ۴۷)

اسی طرح مولانا عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ کے ساتھ مناظرہ میں بھی ماسٹر امین اوکاڑوی نے یہی اصول پیش کیا۔ دیکھئے فتوحات صفدر (ج ۳ ص ۲۲۳)

لیکن دوسری طرف جب امین اوکاڑوی نے احمد سعید ملتانی مماتی دیوبندی کے ساتھ مناظرہ کیا تو احمد سعید ملتانی نے ماسٹر امین سے کہا کہ پہلے قرآن سے دلیل پیش کرو تو اوکاڑوی نے یہ اصول پیش کیا کہ مناظرے میں قرآن کی بجائے حدیث پیش کی جائے گی۔ چنانچہ ماسٹر امین اوکاڑوی کے الفاظ یہ ہیں: ''...اس لئے میں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ عام فہم ہے کیونکہ یہی طریقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تھا۔ جب انکو خارجیوں کی طرف مناظر بنا کر بھیجا تھا کہ ان سے قرآن پڑھ کر مناظرہ نہ کرنا کیونکہ قرآن مجمل کتاب ہے، ہر شخص اس کے مطالب کو اپنی طرف کھینچے گا، حدیث رسول ﷺ پڑھ کر مناظرہ کرنا کیونکہ حدیث میں بات واضح ہوتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خارجی قرآن قرآن کی رٹ لگائیں گے، کیونکہ قرآن میں اجمال زیادہ اور تفصیل کم ہے اس لئے اس میں غلط بات ملائی جا سکتی ہے۔ جب خارجی قرآن پڑھیں تو تم ان کو میرے نبی ﷺ کی حدیث سے پکڑنا، کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث میں بات واضح ہوتی ہے۔''

(فتوحات صفدر ج ۲ ص ۴۰۳ تا ۴۰۴)

اوکاڑوی نے مزید کہا: ''اسی طرح جب ہمارا مناظرہ قادیانیوں سے ہوتا ہے ہم صاف حدیث پڑھتے ہیں **ان عیسی لم یمت و انکم راجع الیکم قبل یوم القیامۃ** بے شک اللہ کے نبی عیسی علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور تمہارے پاس قیامت سے پہلے آنے والے ہیں، تو اس وقت قادیانی یہی شور مچاتا ہے کہ پہلے قرآن پیش کرو، پہلے قرآن پیش کرو۔ کیونکہ ہمیں باب مدینۃ العلم رضی اللہ عنہ نے مناظرے کا طریقہ بتایا ہے، نمازوں کے

اوقات اگرچہ مفسرین قرآن سے بھی ثابت کرتے ہیں، لیکن ہم عوام کو سمجھانے کے لئے احادیث ہی پیش کرتے ہیں۔'' (فتوحات صفدر ج ۲ص ۴۰۴)

امین اوکاڑوی نے احمد سعید ملتانی مماتی سے مخاطب ہو کر مزید کہا: ''علامہ صاحب بار بار قرآن قرآن کی بات کو دہراتے ہیں، حالانکہ میں نے تو بات ختم کر دی تھی کہ ایک اجتہاد کی ترتیب ہے اور ایک مناظرے کی ترتیب ہے، اجتہاد کی ترتیب وہی ہے جو مولوی صاحب بیان کر رہے ہیں (لیکن یہ مناظرے کی ترتیب نہیں ہے)'' (فتوحات صفدر ج ۲ص ۴۱۴)

تنبیہ: بریکٹ کے اندر الفاظ میرے نہیں بلکہ خود دیوبندیوں نے ہی لکھے ہیں۔

ماسٹر امین اوکاڑوی نے مزید کہا: ''میں نے جو ترتیب رکھی ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ مناظرے کی ترتیب ہے جو انہوں نے بتلائی اور جو روایات مولانا احمد سعید صاحب نے پڑھی ہیں اولاً تو وہ ان کو صحیح ثابت نہیں کر سکتے، ثانیاً وہ اس میں مناظرے کا لفظ نہیں دکھا سکتے، **یحرفون الکلم عن مواضعہ** بات بڑھانا، یہ بات سمجھانا مقصود نہیں ہوتا۔''

(فتوحات صفدر ج ۲ص ۴۱۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے مزید کہا: ''آپ نجران کے عیسائیوں کا مناظرہ کتب میں پڑھیں اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سے پہلے اپنی بات سے ان کے سامنے دلائل پیش کیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مناظرہ کو سامنے رکھیں...'' (فتوحات صفدر ج ۲ص ۴۱۹)

ماسٹر امین اوکاڑوی کی اس دورُخی کو دیکھ کر مجھے پیارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فداہ ابی وامی وروحی وجسدی کا فرمان عالی شان یاد آ گیا ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''سب سے بُرا لوگوں میں تم اس کو پاتے ہو جو دو منہ رکھتا ہوا ان لوگوں کے پاس ایک منہ لے کر آتا اور ان لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۳۴۹۴، صحیح مسلم ج ۶ص ۲۳۰، مترجم وحید الزمان)

وحید الزمان کا ترجمہ اس لئے نقل کیا ہے کہ یہ ترجمہ دیوبندیوں کو پسند ہے چنانچہ محمد یحییٰ صدیقی دیوبندی نے اپنے سسر شبیر احمد عثمانی دیوبندی کے متعلق کہا:

''علامہ عثمانی کو یہ ترجمہ پسند تھا'' (فضل الباری ج ۱ص ۲۳) !!

حافظ زبیر علی زئی

رمضان المبارک کے بعض مسائل

اس مختصر مضمون میں رمضان المبارک کے بعض مسائل پیشِ خدمت ہیں:

۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾
پس تم میں سے جو شخص یہ مہینہ (رمضان) پائے تو اس کے روزے رکھے۔ (البقرہ:۱۸۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر بالغ مکلّف مسلمان پر رمضان کے روزے رکھنا فرض ہے۔ اس عموم سے صرف وہی لوگ خارج ہیں جن کا استثناء قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ مثلاً نابالغ، مسافر، حائضہ عورت، بیمار اور شرعی معذور۔

۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر عید کرو، اگر (۲۹ شعبان کو) بادل ہوں تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزے رکھنا شروع کرو۔ (صحیح بخاری:۱۹۰۹، صحیح مسلم ۱۰۸۱، مفہوماً)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شہر اور ہر علاقے کے لوگ اپنا اپنا چاند دیکھ کر رمضان کے روزے رکھنا شروع کریں گے اور اسی طرح عید کریں گے۔

یاد رہے کہ دُور کی رُویت کا کوئی اعتبار نہیں ہے مثلاً اگر سعودی عرب میں چاند نظر آجائے تو حضرو کے لوگ رمضان کے روزے رکھنا شروع نہیں کریں گے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مُلک شام میں جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا جب کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا تھا، پھر انھوں نے اپنے (ثقہ) شاگرد کے کہنے پر فرمایا: ہم تو تیس تک روزے رکھتے رہیں گے حتیٰ کہ چاند نظر آجائے۔ پوچھا گیا: کیا آپ (سیدنا) معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور اُن کے روزے کا کوئی اعتبار نہیں کرتے؟ انھوں نے فرمایا: کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی طرح حکم دیا تھا۔ (صحیح مسلم:۱۰۸۷)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ ملک شام کی رُویت مدینے میں معتبر نہیں ہے۔ درج

ذیل محدثین وعلماء نے اس حدیث پر ابواب باندھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ ہر علاقے کے لوگ اپنا اپنا چاند دیکھیں گے:

۱: امام ترمذی رحمہ اللہ (باب ماجاء لكل أهل بلد رؤيتهم) سنن الترمذی (٦٩٣)

۲: امام الائمۃ شیخ الاسلام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (باب الدليل على أن الواجب على أهل كل بلد صيام رمضان لرؤيتهم ، لا رؤية غيرهم) صحیح ابن خزیمہ (۲۰۵/۳ ح ۱۹۱۶)

۳: علامہ نووی (باب بيان أن لكل بلد رؤيتهم و أنهم إذا رأوا الهلال ببلد لا يثبت حكمه لما بعد عنهم) شرح صحیح مسلم (ج ۷ ص ۱۹۷ تحت ح ۱۰۸۷، طبع احیاء التراث العربی بیروت، لبنان)

۴: محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی (حديث لكل قوم رؤيتهم) شرح صحیح مسلم (ج ۴ ص ۱۹ ح ۱۰۸۷)

۵: ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (و من باب : لأهل كل بلد رؤيتهم عند التباعد) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم (ج ۳ ص ۱۴۱ ح ۹۵۵)

۶: ابو جعفر الطحاوی نے فرمایا: اس حدیث میں یہ ہے کہ ابن عباس نے اپنے شہر کے علاوہ دوسرے شہر کی رُویت کا کوئی اعتبار نہیں کیا الخ (شرح مشکل الآثار ۴۲۳/۱ ح ۴۸۱)

محدثین کرام اور شارحین حدیث کے اس تفقہ کے مقابلے میں چودھویں صدی اور متأخر "علماء" کے منطقی استدلالات مردود ہیں، جو حدیثِ ابن عباس کو موقوف وغیرہ کہہ کر اپنی تاویلات کا نشانہ بناتے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر الاندلسی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ خراسان کی رُویت کا اندلس میں اور اندلس (Spain) کی رُویت کا خراسان میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (الاستذکار ۲۸۳/۳ ح ۵۹۲)

تنبیہ: یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ ساری دنیا کے لوگ ایک ہی دن روزہ رکھیں اور ایک ہی دن عید کریں۔ جغرافیائی لحاظ سے ایسا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ جب مکہ و مدینہ میں دن ہوتا ہے تو امریکہ کے بعض علاقوں میں اُس وقت رات ہوتی ہے۔

۳) یہ برحق ہے کہ ہر عمل کی قبولیت کے لئے نیت ضروری ہے لیکن نیت دل کے ارادے کو

کہتے ہیں مثلاً رمضان کی تیاریاں کرنا، چاند دیکھنا یا معلوم کرنے کی کوشش کرنا، سحری کھانا اور تراویح پڑھنا وغیرہ سب کاموں سے نیت ثابت ہو جاتی ہے لیکن یاد رہے کہ زبان کے ساتھ روزے کی نیت (مثلاً بصوم غدٍ نویت من شھر رمضان) ثابت نہیں ہے۔

٤) اگر کوئی شخص حالتِ روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو اُس کا روزہ برقرار رہتا ہے لہٰذا وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ شام کو غروبِ آفتاب کے بعد روزہ افطار کرے۔

تنبیہ: یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ ''اگر کوئی شخص روزے میں بھول کر کھا یا پی رہا ہے تو اسے یاد نہیں دلانا چاہئے'' لہٰذا اُسے یاد دلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

٥) روزہ افطار کرتے وقت درج ذیل دعا پڑھنا سنت سے ثابت ہے:

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ و ثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ .

پیاس ختم ہوئی، رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہو گیا۔ ان شاء اللہ

(سنن ابی داود: ۲۳۵۷ وسندہ حسن وصححہ الحاکم ۱/۴۲۲ والذہبی وحسنہ الدارقطنی ۲/۱۸۲، وھو الصواب)

تنبیہ: سنن ابی داود کی ایک روایت میں '' اللّٰھم لك صمت و علٰی رزقك أفطرت '' کے الفاظ آئے ہیں لیکن یہ روایت ثابت نہیں ہے بلکہ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

٦) گرمی یا پیاس کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا جائز ہے۔

دیکھئے موطأ امام مالک (ج ۱ ص ۲۹۴ ح ٦٦٠ وسندہ صحیح، سنن ابی داود: ۲۳٦۵)

جنابت اور احتلام کی وجہ سے غسل کرنا فرض ہے لیکن اگر گرمی یا ضرورت ہو تو روزے کی حالت میں نہانا بالکل جائز ہے، کیونکہ اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

نیز دیکھئے صحیح بخاری (۱۹۲۵، ۱۹۲٦) وصحیح مسلم (۱۱۰۹)

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (تابعی) کپڑا بھگو کر اپنے چہرے پر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۴۰ ح ۹۲۱۴ وسندہ صحیح)

٧) کھجور یا پانی سے روزہ افطار کرنا چاہئے۔

دیکھئے سنن ابی داود (۲۳۵۵ وسندہ صحیح وصححہ الترمذی: ٦۹۵ وابن خزیمہ: ۲۰٦۷ وابن حبان:

۸۹۲ والحاکم علیٰ شرط البخاری ۱/۴۳۱ و وافقه الذهبي وأخطأ من ضعفه)

۸) ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (تابعی صغیر) نے فرمایا: اگر تم چاند دیکھو تو کہو:

" رَبِّيْ وَ رَبُّكِ اللّٰهُ " میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۹۸ ح ۹۷۳۰ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اس بارے میں مرفوع روایات ضعیف ہیں۔

۹) روزے کی حالت میں مسواک کرنے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۳۵ ح ۹۱۴۹ وسندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: روزے کی حالت میں مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چاہے مسواک خشک ہو یا تر ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۷ ح ۹۱۷۳ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے صحیح بخاری (قبل ح ۱۹۳۴)

۱۰) امام زہری رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: روزے کی حالت میں سرمہ ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۴۷ ح ۹۲۷۵ وسندہ صحیح)

سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو بھی روزہ دار کے لئے سُرمے کا استعمال مکروہ قرار دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (یعنی وہ سب اُسے جائز سمجھتے تھے۔) دیکھئے سنن ابی داود (۲۳۷۹ وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ سُرمہ ڈالنے سے روزہ خراب نہیں ہوتا۔

۱۱) اگر دورانِ وضو کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جائے تو عطاء (بن ابی رباح رحمہ اللہ تابعی) نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۷۰ ح ۹۴۸۶ وسندہ قوی، روایۃ ابن جریج عن عطاء محمولۃ علی السماع)

۱۲) جس شخص کو روزے کی حالت میں خود بخود قے آجائے تو اُس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر کوئی شخص جان بوجھ کر قے کرے تو اُس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

یہ مسئلہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۸ ح ۹۱۸۸ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اس بارے میں مرفوع روایت ضعیف ہے۔

۱۳) سورج غروب ہوتے ہی روزہ جلدی افطار کرنا چاہیئے۔ (صحیح بخاری: ۱۹۵۷، صحیح مسلم: ۱۰۹۸)

۱۴) جو شخص سحری کھا رہا ہو اور کھانے کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو (یعنی وہ کھانا کھا رہا ہو) اور صبح کی اذان ہو جائے تو وہ کھانا کھا کر اس سے فارغ ہو جائے۔ (سنن ابی داود: ۲۳۵۰، سندہ حسن)

۱۵) اگر کوئی شخص کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے تو اُسے روزہ دار جتنا ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی۔ (سنن الترمذی: ۸۰۷ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح''، وسندہ صحیح)

۱۶) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی سے بھی بیس رکعات تراویح قولاً یا فعلاً ثابت نہیں ہے بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دو صحابیوں سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ دیکھئے موطأ امام مالک (روایۃ یحییٰ بن یحییٰ ۱/۱۱۴ ح ۲۴۹ وسندہ صحیح) شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/۲۹۳)

تقلید کے دعویدار محمد بن علی النیموی نے اس اثر کے بارے میں کہا:

''**و إسناده صحيح**'' اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۲۵۰ ح ۷۷۶)

ان دو صحابیوں میں سے ایک مَردوں کو اور دوسرے عورتوں کو تراویح کی نماز پڑھاتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں صحابی گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔ (ج ۲ ص ۳۹۲ ح ۷۶۷۰)

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (یعنی صحابہ) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۴۹)

اس روایت کے بارے میں سیوطی نے کہا:

''**بسند في غاية الصحة**'' بہت زیادہ صحیح سند کے ساتھ۔ (الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۵۰)

ان صحیح آثار کے مقابلے میں بعض تقلیدی حضرات السنن الکبریٰ للبیہقی اور معرفۃ السنن والآثار کی جو روایتیں پیش کرتے ہیں، وہ سب شاذ (یعنی ضعیف) ہیں۔

۱۷) رمضان کے پورے مہینے میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھنے کا ثبوت اس حدیث میں ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**إنه من قام مع الإمام حتى ينصرف**

كتب له قيام ليلة .)) بے شک جو شخص امام کے ساتھ (نماز سے) فارغ ہونے تک قیام کرتا ہے تو اس کے لئے پوری رات (کے ثواب) کا قیام لکھا جاتا ہے۔

(سنن الترمذی:۸۰۶ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' وسندہ صحیح)

۱۸) نمازِ تراویح میں پورا قرآن پڑھنا کئی دلائل سے ثابت ہے۔ مثلاً:

۱: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اور قرآن میں سے جو میسر ہو، اُسے پڑھو۔ (سورۃ المزمل:۲۰)

۲: رسول اللہ ﷺ ہر سال رمضان میں جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۴۹۹۷) وصحیح مسلم (۲۳۰۸)

۳: یہ عمل سلف صالحین میں بلا انکار جاری وساری رہا ہے۔

۱۹) رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت ہے لیکن یاد رہے کہ یہ فرض یا واجب نہیں ہے۔ سنیت کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (۲۰۲۶) اور صحیح مسلم (۱۱۷۲/۵)

اعتکاف ہر مسجد میں جائز ہے اور جس حدیث میں آیا ہے کہ '' تین مسجدوں کے سوا اعتکاف نہیں ہے'' الخ اس کی سند امام سفیان بن عیینہ کی تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے اور بعض علماء کا اُسے صحیح قرار دینا غلط ہے۔

۲۰) اگر شرعی عذر (مثلاً بارش) نہ ہو تو عید کی نماز عیدگاہ (یا کھلے میدان) میں پڑھنی چاہئے۔ دلیل کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (۹۵۶) اور صحیح مسلم (۸۸۹/۹)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر بارش ہو تو عید کی نماز مسجد میں پڑھ لو۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۱۰ وسندہ قوی)

۲۱) اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے رمضان کے روزے رہ جائیں اور اگلے سال کا رمضان آجائے تو پہلے رمضان کے روزے رکھیں اور بعد میں قضا روزوں کے بدلے میں روزے رکھیں اور ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائیں۔ یہ فتویٰ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ (دیکھئے السنن الدارقطنی ج ۲ ص ۱۹۷ ح ۲۳۲۱ وقال: '' إسناده صحيح '' وسندہ حسن)

۲۲) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' **الإفطار مما دخل وليس مما خرج**''

جسم میں اگر کوئی چیز (مرضی سے) داخل ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر کوئی چیز (مثلاً خون) باہر نکلے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (الاوسط لابن المنذر ج ا ص ۱۸۵ ث ۸۱ وسندہ صحیح/ترجمہ مفہوماً ہے۔)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کا ٹیکہ اور ڈرِپ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا روزے کی حالت میں ہر قسم کے انجکشن لگانے سے اجتناب کریں۔

۲۳) روزے کی حالت میں اگر مکھی وغیرہ خود بخود منہ میں چلی جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ ایسی حالت میں انسان مجبور محض ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ (۱۷۳)

۲۴) روزے کی حالت میں آنکھ یا کان میں دوائی ڈالنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا اس عمل سے اجتناب کریں۔

۲۵) روزے کی حالت میں خشک یا تر و تازہ مسواک اور سادہ برش کرنا جائز ہے لیکن ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا ٹوتھ پیسٹ یا دانتوں کی دوائی استعمال کرنے سے اجتناب کریں۔

۲۶) روزے کی حالت میں آکسیجن کا پمپ (جس میں دوا بھی ہوتی ہے) استعمال کرنے کا کوئی ثبوت میرے علم میں نہیں ہے لہٰذا اس فعل سے اجتناب کریں یا پھر اگر شدید بیماری ہے تو روزہ افطار کر کے اسے استعمال کریں۔ بعض موجودہ علماء روزے کی حالت میں آکسیجن کے پمپ کا استعمال جائز سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم

۲۷) چھوٹے بچوں کو روزہ رکھنے کی عادت ڈلوانا بہت اچھا کام ہے۔

۲۸) دائمی مریض جو روزے نہ رکھ سکتا ہو، اسے ہر روزے کا کفارہ دینا چاہئے۔

۲۹) اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے رمضان کے روزے رہ گئے ہوں تو پھر اس کے رہ جانے والے تمام روزوں کا کفارہ دینا چاہئے اور اگر اُس پر نذر کے روزے بقایا تھے تو پھر اس کے وارثین یہ روزے رکھیں گے۔

۳۰) سفر میں روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے لیکن اس روزے کی قضا بعد میں ادا کرنا ہوگی اور اگر طاقت ہو اور مشقت نہ ہو تو سفر میں روزے رکھنا بہتر ہے۔

امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ

نام ونسب: ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری رحمہ اللہ

ولادت: ۲۰۴ھ　　**وفات:** ۲۵/ رجب کی رات ۲۶۱ھ

اساتذہ: امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوخیثمہ زہیر بن حرب، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، عبداللہ بن مسلمہ القعنبی، علی بن الجعد، عمرو بن علی الفلاس الصیرفی، قتیبہ بن سعید، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن یحییٰ النیسابوری، ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوزرعہ الرازی وغیرہم، رحمہم اللہ

تلامذہ: امام ترمذی، ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ، صالح بن محمد البغدادی، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی، محمد بن اسحاق بن خزیمہ، محمد بن اسحاق الثقفی السراج اور ابوعوانہ الاسفرائنی وغیرہم۔ رحمہم اللہ

علمی مقام: ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی نے فرمایا: ”**وکان ثقة من الحفاظ، له معرفة بالحدیث، سئل أبي عنه فقال: صدوق**“ وہ حفاظ میں سے ثقہ تھے، حدیث کی معرفت رکھتے تھے، میرے والد (امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ) سے اُن کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: سچے ہیں۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۸/۱۸۲، ۱۸۳، تاریخ دمشق لابن عساکر ۶۱/ ۶۶ وسندہ حسن)

ابواحمد محمد بن عبدالوہاب الفراء نے امام مسلم کے بارے میں فرمایا: وہ لوگوں کے علماء اور حفاظِ علم میں سے تھے، میں اُن کے بارے میں خیر ہی جانتا ہوں، آپ نیک تھے، اللہ آپ پر اور ہم پر رحم فرمائے۔　(تاریخ دمشق ۶۱/ ۶۷ وسندہ قوی)

امام احمد بن سلمہ بن عبداللہ النیسابوری نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ابوزرعہ اور ابوحاتم دونوں صحیح حدیث کی معرفت میں مسلم بن الحجاج کو اپنے زمانے کے دوسرے اساتذہ پر ترجیح دیتے تھے۔　(تاریخ دمشق ۶۱/ ۶۷ وسندہ صحیح)

امام اسحاق بن راہویہ نے امام مسلم کی طرف دیکھ کر فرمایا:

''مردا کاین بوذ'' **کامل مرد ہے۔** (تاریخ دمشق ٦١/٦٦ وسندہ حسن)

خطیب بغدادی نے کہا: آپ حفاظِ حدیث کے اماموں میں سے ایک تھے...الخ

(تاریخ بغداد ج ١٣ ص ١٠٠)

امام ابوعلی النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا: '' **ما تحت أديم السماء أصح من كتاب مسلم** '' آسمان کے نیچے (میرے نزدیک) مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح کوئی (کتاب) نہیں ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ٢٥/ ٤١، وسندہ صحیح)

حافظ ابن عساکر نے کہا: '' **الإمام المبرر والمصنف المميز** ''

عالی مقام امام اور ممتاز مصنف۔ (تاریخ دمشق ٦١/ ٦٤)

حافظ ابن الجوزی نے کہا: آپ بڑے علماء اور حفاظِ حدیث میں سے تھے۔ (المنتظم ١٢/ ١٧١)

حافظ ذہبی نے کہا: '' **هو الإمام الكبير الحافظ المجوّد الحجة الصادق** ''

وہ بڑے امام، حافظ مجود (بہترین روایات بیان کرنے والے [روایتِ حدیث میں]) حجت (اور) سچے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ١٢/ ٥٥٧)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: '' **ثقة حافظ إمام مصنف عالم بالفقه** ''

(تقریب التہذیب: ٦٦٢٣)

امام مسلم کی امامت وعدالت پر اتفاق (اجماع) ہے۔

تصانیف: صحیح مسلم، کتاب الکنیٰ، کتاب المنفردات والوحدان

یہ کتابیں مطبوع ہیں اور کتاب التمییز کا بھی کچھ حصہ مطبوع ہے۔ ان کے علاوہ امام مسلم کی اور بھی بہت سی کتابیں تھیں۔

فوائد: احمد بن سلمہ النیسابوری سے روایت ہے کہ ابوالحسین مسلم بن الحجاج کے لئے ایک مجلسِ مذاکرہ منعقد کی گئی پھر اُن کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی، جسے وہ نہیں جانتے تھے تو آپ اپنے گھر چلے گئے اور چراغ جلا لیا۔ انھوں نے گھر والوں کو کہا کہ اس کمرے میں

کوئی بھی نہ آئے تو انھیں بتایا گیا کہ ہمارے پاس کھجور کا تحفہ آیا ہے۔ انھوں نے کہا: میرے پاس لے آؤ، تو کھجوریں اُن کے پاس لائی گئیں پھر وہ حدیث تلاش کرتے رہے اور ایک ایک کر کے کھجوریں کھاتے رہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو کھجوریں ختم ہو گئیں اور حدیث مل گئی۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳/ ۱۰۳، ومن طریقہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق ۶۱/ ۷۰، ۷۱، وابن الجوزی فی المنتظم ۱۲/ ۱۷۲)

اس کی سند میں محمد بن علی بن احمد المقرئ المعدل راوی نا معلوم ہے اور اگر اس سے مراد قاضی ابو العلاء الواسطی ہے تو وہ ضعیف تھا۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد ۷ ص ۱۶)

لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

☆ اسی سند کے ساتھ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری (صاحب المستدرک وتاریخ نیسابور) سے روایت ہے کہ میرے ساتھیوں میں سے ایک ثقہ نے مجھے بتایا: یہ کھجوریں کھانے کی وجہ سے آپ (امام مسلم) فوت ہو گئے تھے۔

(تاریخ بغداد ۱۳/ ۱۰۳، تاریخ دمشق ۶۱/ ۷۱، المنتظم ۱۲/ ۱۷۲)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: محمد بن علی المقرئ کا تعین اور توثیق نا معلوم ہے۔

دوم: حاکم سے یہ بات بیان کرنے والا ثقہ (؟) نا معلوم ہونے کی وجہ سے مجہول ہے۔

☆ امام مسلم کی کتاب صحیح مسلم کو صحیح بخاری کے بعد تلقی بالقبول حاصل ہے اور صحیح مسلم کی تمام مسند متصل مرفوع احادیث صحیح ہیں۔ والحمدللہ

☆ امام مسلم فقہ کے عالم تھے جیسا کہ تقریب التہذیب (۶۶۲۳) میں لکھا ہوا ہے اور کسی صحیح دلیل سے آپ کا مقلد ہونا ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

بخاری اور ابو داود تو فقہ کے امام (اور) مجتہد (مطلق) تھے۔ رہے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابو یعلیٰ اور البزار وغیرہم تو وہ اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے، مقلدین نہیں تھے، اور نہ مجتہد مطلق تھے۔

(مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۰، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۵۰، ۵۱)

[۱۶/ جون ۲۰۰۹ء]

حافظ زبیر علی زئی

دجال اکبر کا خروج (قسط نمبر ۱)

الحمدللّٰہ رب العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

قیامت سے پہلے رُوئے زمین پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ بنی آدم میں سے ایک مرد: دجال اکبر کا خروج ہوگا، جیسا کہ صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تقوم الساعة حتی ینبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین، کلھم یزعم أنه رسول الله .)) اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجالوں کا خروج نہ ہو جائے، ان میں سے ہر دجال یہی دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ (صحیفہ ہمام بن منبہ: ۲۴، صحیح بخاری: ۳۶۰۹)

اس صحیح اور مشہور حدیث سے ثابت ہوا کہ قیامت سے پہلے تیس دجال کذاب نکلیں گے، جن میں سے ہر دجال اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھے گا اور یہ پیشین گوئی (غیب کی خبر) بالکل سچ اور حقیقت ہے۔ نبوت کا دعویٰ کرنے والے ان دجالوں میں مسیلمہ کذاب اور مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہما بہت مشہور ہیں۔ **لعنھم اللّٰہ**

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((و إنه سیکون في أمتي کذابون ثلاثون کلھم یزعم أنه نبي و أنا خاتم النبیین لا نبيَّ بعدي.)) اور میری اُمت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور (سُن لو!) میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(سنن ابی داود: ۴۲۵۲ وسندہ صحیح، واُصلہ فی صحیح مسلم: ۲۸۸۹، ابوقلابہ بری من التدلیس)

ان تمام دجالوں کے آخر میں دجال اکبر (بڑا دجال) نکلے گا، جس کے فتنے سے بڑا فتنہ کوئی نہیں۔ دجال اکبر کے بارے میں بعض صحیح احادیث مع ترجمہ درج ذیل ہیں:

۱) سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((**یخرج الدجال من قریة یقال لها: خراسان .**)) دجال اُس بستی سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے۔ (مسند ابی بکر الصدیق للامام ابی بکر احمد بن علی بن سعید القاضی: ۵۹، وسندہ صحیح، البحر الزخار للبزار ۱/۱۱۲، ۱۱۳ح ۴۷، مسند ابی یعلیٰ: ۳۴ وابو اسامہ حماد بن اسامہ صرح بالسماع عندہ وھو بریٔ من التدلیس، وللحدیث طرق اخریٰ عند الترمذی: ۲۲۳۷ وابن ماجہ: ۴۰۷۲ واحمد ۱/۴، ۷ وغیرہم)

۲) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر ابن صیاد کو دجال قرار دیتے تھے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۵۵، صحیح مسلم: ۲۹۲۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**إن یکنه فلن تسلّط علیه و إن لم یکنه فلا خیر لك في قتله .**)) اگر یہ (دجال اکبر) ہوا تو تُم اُس پر مسلط نہیں ہو سکتے اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کے قتل میں تمھارے لئے کوئی خیر نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۳۵۴، صحیح مسلم: ۲۹۳۱)

۳) سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بے شک اُس (دجال) کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہے اور اُس کا پانی آگ ہے۔ (صحیح بخاری: ۷۱۳۰، صحیح مسلم: ۲۹۳۴)

یہ روایت صحیح مسلم میں تفصیل کے ساتھ درج ہے۔

٤) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا: بے شک وہ (دجال) کانا ہے اور اللہ کانا نہیں ہے۔

(صحیح بخاری: ۷۱۲۷، صحیح مسلم: ۱۶۹ بعد ۲۹۳۱)

۵) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لوگو سُن لو! بے شک وہ (دجال) کانا ہے اور تمھارا رب کانا نہیں ہے۔ اس (دجال) کی دونوں آنکھوں (ایک کانی اور دوسری جس سے دیکھے گا) کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے۔ (صحیح بخاری: ۷۱۳۱، صحیح مسلم: ۲۹۳۳)

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ مکے اور مدینے میں دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔

دیکھئے صحیح بخاری (۱۸۸۱) وصحیح مسلم (۲۹۴۳) عن انس رضی اللہ عنہ

٦) سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دجال کے بارے میں لمبی حدیث سُنائی اور فرمایا: دجال آئے گا لیکن مدینے میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ الخ (صحیح بخاری: ۱۸۸۲، صحیح مسلم: ۲۹۳۸)

۷) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مدینے کے راستوں پر فرشتے ہوں گے، مدینے میں نہ طاعون داخل ہو سکے گا اور نہ دجال داخل ہو سکے گا۔ (صحیح بخاری: ۱۸۸۰، ۵۷۳۱، صحیح مسلم: ۱۳۷۹)

۸) سیدنا ابومسعود عقبہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کی حدیث بیان کی ہے، جس طرح کی حدیث سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھی۔ دیکھئے فقرہ: ۳

۹) سیدنا نواس بن سمعان الکلابی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مرفوع حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ کانا دجال شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور جو شخص اُسے پائے تو اس کے سامنے سورۃ الکہف کی پہلی آیات پڑھے۔ الخ (صحیح مسلم: ۲۹۳۷)

۱۰) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت پر دجال نکلے گا پھر وہ چالیس (دن، مہینے یا سال) رہے گا پھر عیسیٰ بن مریم کو اللہ بھیجے گا تو وہ اسے قتل کر دیں گے۔ الخ (صحیح مسلم: ۲۹۴۰)

۱۱ تا ۲۷) دجال اکبر کے بارے میں درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کیں:

☆ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (مسند الطیالسی: ۵۴۴، مسند احمد ۱۲۳/۵، ۱۲۴، وسندہ صحیح)

۱۲: سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۲۲۱/۵، ۲۲۲ وسندہ حسن، مسند الطیالسی: ۱۱۰۶)

۱۳: سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

(مسند احمد ۱۶/۵، صحیح ابن حبان: ۲۸۴۵ وسندہ حسن وصححہ الحاکم ۳۲۹/۱۔ ۳۳۱ ووافقہ الذہبی واخطأ من ضعفہ)

۱۴: سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۲۹۴۲، نیز دیکھئے یہی مضمون فقرہ: ۲۹)

۱۵: سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۳۴۳/۳ وسندہ صحیح علیٰ شرط مسلم)

۱۶: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۱/۳۷۴ وسندہ حسن وصححہ ابن کثیر فی تفسیرہ ۱۷/۳)

۱۷: سیدنا ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم:۲۹۴۶)

۱۸: سیدنا محجن بن الادرع رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۴/۳۳۸، ۵/۳۲ وسندہ حسن، مسند الطیالسی: ۱۲۹۵، ۱۲۹۶)

۱۹: سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ (ابوداود: ۴۳۲۰ وھو حدیث حسن)

۲۰: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ (ابوداود: ۴۳۱۹ وسندہ صحیح وصححہ الحاکم علیٰ شرط مسلم ۴/۵۳۱)

۲۱: سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۲۹۳۹)

۲۲: سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۸۰۹)

۲۳: سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۷۱۲۵)

۲۴: سیدنا مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ

(سنن الترمذی: ۲۲۴۴ وقال: ''ھذا حدیث صحیح'' وسندہ حسن، نیز دیکھئے میری کتاب علمی مقالات ج۱ص۱۲۲)

۲۵: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

(سنن ابن ماجہ: ۴۰۸۱ وسندہ حسن وصححہ الحاکم ۲/۳۸۴ والذہبی والبوصیری واخطأ من ضعفہ)

۲۶: سیدنا ابوسریحہ حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۲۹۰۱)

۲۷: رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مسند احمد ۵/۳۷۲، ۳۷۹، ۴۱۰ وسندہ صحیح)

۲۸) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر دجال نکلے اور میں زندہ ہوں تو میں تمھارے لئے کافی ہوں... حتیٰ کہ وہ شام فلسطین کے ایک شہر لُد کے دروازے کے پاس آئے گا، پھر عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے پس وہ اسے قتل کر دیں گے، اس کے بعد وہ زمین میں چالیس سال تک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔ (مسند احمد ۶/۷۵ وسندہ حسن، صحیح ابن حبان: ۶۷۸۳، علمی مقالات ج۱ص۱۲۰)

۲۹) سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے دجال کے بارے میں طویل حدیث بیان کی، جس میں سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۲۹۴۲)

۳۰) سیدہ اسماء بنت یزید الانصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

مجلس میں بیٹھ کر لوگوں کو دجال کے بارے میں بتایا، آپ نے فرمایا:
جو شخص میری مجلس میں حاضر ہے اور میری بات سُن رہا ہے تو دوسرے لوگوں تک پہنچا دے، جان لو کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے اور دجال کانا ہے، اس کی ایک آنکھ نہیں ہے، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (یعنی ماتھے پر) کافر لکھا ہوا ہے جسے ہر مومن پڑھے گا، چاہے وہ پڑھا ہوا تھا یا ان پڑھ تھا۔ (مسند احمد ٤٥٦/٦ ح ٢٧٥٨٠ وسندہ حسن)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں مثلاً حدیث عبداللہ بن حوالہ الازدی رضی اللہ عنہ

(دیکھئے مسند احمد ٢٨٨/٥ وسندہ صحیح وصححہ الحاکم ١٠١/٣، ووافقہ الذہبی)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث (سنن ابی داود: ٤٢٩٤ وسندہ حسن)

سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا کی حدیث (صحیح مسلم: ٢٩٤٥)

ان احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہوا کہ قیامت سے پہلے دجال کا خروج بالکل صحیح اور ثابت شدہ حقیقت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہمیں دجال کے فتنے سے بچائے۔ آمین

علمائے کرام نے خروج دجال کے بارے میں مذکورہ احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔
دیکھئے نظم المتناثر من الحدیث المتواتر (ص ٢٤٠ ح ٢٩٠)

اب سلف صالحین کے بعض آثار پیشِ خدمت ہیں:

١: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دجال کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: لوگو! دجال کے خروج کے وقت تمھارے تین گروہ بن جائیں گے: ایک اس کی پیروی کرے گا، دوسرا اپنے باپ دادا کی زمین پر (یعنی دُور) چلا جائے گا اور تیسرا دجال سے قتال کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ١٩١/١٥ ح ٣٧٦٢٦ وسندہ صحیح وفي الأثر لفظة منكرة لم أذكرها ولعلها متلقاة من أهل الكتاب)

٢: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مسلمان پر دجال کو تسلط دیا جائے گا تو وہ اسے قتل کرے گا اور پھر وہ زندہ کرے گا۔ الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ١٥٦/١٥، ١٥٧ ح ٣٧٥١١ وسندہ صحیح)

٣: سیدنا حذیفہ (بن الیمان) رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دجال کا فتنہ چالیس راتیں رہے گا۔
دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (١٥/١٤٣ ح ٣٧٤٧٩ وسندہ صحیح)

٤: سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خروجِ دجال کے بعد لوگ چالیس سال رہیں گے۔ الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ١٥/١٤٢ ح ٣٧٤٧٦ وسندہ حسن)

٥: سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کانے دجال کے بارے میں کسی شک میں نہ رہنا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ١٥/١٥٢ ح ٣٧٥٠٣ ملخصاً وسندہ حسن)

٦: امام ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: دجال کی پیروی کرنے والے اکثر لوگ یہودی اور زانیہ عورتوں کی اولاد ہوں گے۔ (کتاب العلل للامام احمد ٣/٦٣ ح ٤١٨١ وسندہ صحیح، حدیث سفیان الثوری فی روایۃ یحییٰ القطان محمول علی السماع ولوعنعن)

٧: ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دجال ایک گندے پلید گدھے پر نکلے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ١٥/١٦١، ١٦٢ ح ٣٧٥٢٥ وسندہ حسن)

٨: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**أول مصر من أمصار العرب یدخله الدجال البصرة**'' عرب کے علاقے میں، دجال سب سے پہلے بصرے میں داخل ہوگا۔ (السنن الواردۃ فی الفتن للدانی ٥/١١٤٤، ١١٤٥ ح ٦٢٤ وسندہ صحیح)

٩: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**یتبع الدجال سبعون ألفًا من یهود أصبهان علیهم الطیالسة**'' دجال کی پیروی اصبہان کے ستر ہزار یہودی کریں گے، جن پر کالی یا سبز چادریں ہوں گی۔ (السنن الواردۃ فی الفتن ٥/١١٥٧ ح ٦٣٠ وسندہ حسن)

تنبیہ: اس طرح کی روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (٢٩٤٤، ترقیم دارالسلام: ٧٣٩٢)

١٠: ابومجلز (لاحق بن حمید) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب دجال نکلے گا تو لوگوں کے تین فرقے ہوں گے۔ الخ (السنن الواردۃ ٥/١١٧٨ ح ٦٥٣ وسندہ حسن، نیز دیکھئے آثار فقرہ نمبر: ١)

ان مذکورہ احادیث و آثار کی وجہ سے تمام علمائے اسلام اور اہلِ حق کا یہی عقیدہ رہا ہے

کہ قیامت سے پہلے دجال نامی ایک کانے شخص کا ظہور (خروج) ہوگا، جس کے ماتھے پر ک ف ر (کافر) لکھا ہوا ہوگا، جسے ہر مومن پڑھے گا اور سیدنا عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام، جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے) آسمان سے نازل ہو کر اس دجال کو قتل کریں گے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے حافظ ابن کثیر کی کتاب: النہایہ فی الفتن والملاحم (بتحقیقی)

مرزا غلام احمد قادیانی (متنبّی کذاب) اور بعض ملحدین نے دجال کے وجود کا انکار کیا ہے یا باطنی تحریفات کرتے ہوئے اس سے انگریز اور صلیبی اقوام مراد لی ہیں۔ صحیح احادیث اور آثارِ سلف صالحین کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ سب ملحدانہ نظریات و تحریفات ہیں جن کے غلط اور باطل ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے۔

دجال کے بارے میں ابن منظور الافریقی اللغوی نے لکھا ہے:

" هو المسيح الكذاب :و إنما دجله سحره و كذبه "وہ مسیح کذاب ہے، اس کا دجل تو اُس کا جادو اور جھوٹ ہے۔ (لسان العرب ج ۱۱ ص ۲۳۶)

شبیر احمد ازہر میرٹھی نامی ایک منکرِ حدیث نے اپنی کتاب "احادیث دجال کا تحقیقی مطالعہ" میں احادیثِ دجال پر اپنے خود ساختہ اصولوں اور تحریف و تکذیب کی وجہ سے جو باطل و مردود جرح کی ہے، اس کی دس مثالیں مع رد پیشِ خدمت ہیں:

۱: اسماعیل بن ابی خالد، قیس بن وہب اور ابو التیاح یزید بن حمید وغیرہم کے استاذ ابو الوداک جبر بن نوف الہمدانی البکالی الکوفی رحمہ اللہ کے بارے میں اسماء الرجال کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: ثقة [یعنی سچا عادل اور صحیح الحدیث راوی] دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل (۵۳۳/۲ وسندہ صحیح) اور تاریخ عثمان بن سعید الدارمی (۲۲۱)

حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں (تابعین میں) ذکر کیا ہے۔ (ج ۴ ص ۱۱۶)

حافظ ابو حفص عمر بن شاہین نے انھیں ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ (تاریخ اسماء الثقات: ۱۷۷)

حافظ ذہبی نے کہا: ثقہ (الکاشف ۱/۱۲۴ ت ۷۶۱)

درج ذیل اماموں نے ابو الوداک کی حدیث کو صحیح یا حسن کہا ہے:

حسین بن مسعود البغوی (شرح السنۃ ١٥/٦٠ ح ٤٢٦٢ وقال: ھٰذا حدیث صحیح)

ترمذی (السنن: ١٢٦٣، وقال: حدیث حسن)

حاکم (المستدرک ٤/٤٧ ح ٨١٢٩ وقال: ''صحیح الاسناد'' ووافقہ الذہبی)

ابن الجارود (روی حدیثہ فی المنتقٰی: ٩٠٠)

ابوعوانہ (روی حدیثہ فی مسندہ المستخرج (٢/٣٢٧ ح ٣٥١٦)

حافظ المنذری نے ابوالوداک کی بیان کردہ حدیث کو ''وھذا إسناد حسن'' کہا۔

(مختصر سنن ابی داود ج ٤ ص ١٢٠ ح ٢٧١٠)

بوصیری نے ابوالوداک کی حدیث کے بارے میں کہا: ''ھذا إسناد صحیح''

(اتحاف الخیرۃ: ٤٩٣٩)

ابن دقیق العید نے ابوالوداک کی روایت کو صحیح کہا۔ (التلخیص الحبیر ٤/١٥٧ ح ٢٠٠٩)

ان بارہ علماء کے مقابلے میں حافظ ابن حجر نے امام نسائی کی الجرح والتعدیل (؟) سے نقل کیا: ''لیس بالقوي'' (تہذیب التہذیب ٢/٦٠، دوسرا نسخہ ص ٥٣)

یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:

١: جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

٢: حافظ ابن حجر کے استاذ حافظ ابن الملقن نے امام نسائی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ابوالوداک کے بارے میں فرمایا: صالح (البدر المنیر ج ٩ ص ٣٩١)

معلوم ہوا کہ امام نسائی کی جرح (اگر ثابت ہو تو) اُن کی توثیق وتعریف سے متعارض ہو کر بھی ساقط ہے۔ یاد رہے کہ تحریر تقریب التہذیب (١/٢٠٩ ت ٨٩٤) میں (امام نسائی کی طرف منسوب) اس جرح کے ثبوت میں شک ظاہر کیا گیا ہے۔

حافظ ابن الملقن نے راوی مذکور کے بارے میں کہا: ''ولا أعلم فیه جرحًا''

مجھے اس میں کوئی جرح معلوم نہیں ہے۔ (ایضاً ج ٩ ص ٣٩١)

حافظ ابن حجر نے (بذاتِ خود) کہا: ''فلم أر من ضعفه'' میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا

جس نے اسے ضعیف قرار دیا ہو۔ (التلخیص الحبیر ج ۴ ص ۱۵۷ ح ۲۰۰۹)

دوسری طرف حافظ ابن حجر نے ابوالوداک جبر بن نوف کے بارے میں کہا: ''**صدوق یھم**''

وہ سچا تھا، اُسے وہم ہوتا تھا۔ (تقریب التہذیب: ۸۹۴)

یہ کلام تین وجہ سے مردود ہے:

۱: جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

۲: ایسا ''**صدوق یھم**'' راوی جس کی جمہور توثیق کریں، حسن الحدیث ہوتا ہے لہٰذا اس کی جس روایت میں کلام نہ کیا گیا ہو، وہ حسن لذاتہ ہوتی ہے۔

۳: تحریر تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر کے کلام کو رد کر کے ''**بل: ثقة**'' لکھا ہوا ہے۔ (ج ۱ ص ۲۰۹)

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالوداک جبر بن نوف ثقہ وصدوق راوی تھے۔ اُن کے بارے میں بشیر احمد ازہر میرٹھی (منکرِ حدیث) نے لکھا ہے: ''شروع سے آخر تک یہ گپ شپ ابوالوداک کی ہانکی ہوئی ہے۔'' (احادیث دجال کا تحقیقی جائزہ ص ۱۳)

میرٹھی نے مزید کہا: ''شاید ابوالوداک کوئی چانڈو پینے والا شخص تھا۔'' (ایضاً ص ۱۴)

مختصر یہ کہ جمہور کی توثیق کے مقابلے میں میرٹھی کی بلا دلیل و بلا ثبوت جرح باطل و مردود ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ جرح کرتے وقت میرٹھی نے ''چانڈو'' پی رکھی ہو۔ واللہ اعلم

۲: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ عن ابی سعید الخدری والی ایک حدیث کے بارے میں میرٹھی نے کہا: ''لیکن کسی روایت کی اسناد میں یہ نہیں کہ عبیداللہ بن عبداللہ نے براہ راست حضرت ابوسعید خدری سے اس کو سنا تھا۔'' (احادیث دجال کا تحقیقی جائزہ ص ۱۶)

یہ میرٹھی جرح دو وجہ سے باطل ہے:

اول: عبیداللہ بن عبداللہ کا مدلس ہونا ثابت نہیں ہے لہٰذا اُن کی اپنے استاذ سے روایت سماع پر محمول ہے۔

دوم: عبیداللہ بن عبداللہ نے یہ حدیث (سیدنا) ابوسعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے سُنی تھی۔

دیکھئے صحیح ابن حبان (الاحسان: ۶۷۶۳، دوسرا نسخہ: ۶۸۰۱)

۳: قیس بن وہب الہمدانی الکوفی کے بارے میں ازہر میرٹھی نے لکھا:

''یہ راوی بھی چنداں لائق اعتماد نہیں ہے۔'' (احادیث دجال.... ص ۱۳)

قیس بن وہب کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ''شیخ ثقة''

وہ سچے اور قابلِ اعتماد: عادل ضابط شیخ ہیں۔ (کتاب العلل ۲/۵۰۹ ح ۳۳۵۷)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ثقة (الجرح والتعدیل ۷/۱۰۴، وسندہ صحیح)

امام عجلی نے کہا: کوفی ثقہ (تاریخ العجلی ۲/۲۲۲ ت ۱۵۳۷)

حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں (تابعین میں) ذکر کیا۔ (۵/۳۱۴)

یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: ثقہ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳/۳۷۵)

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر، دونوں نے کہا: ثقہ

(الکاشف ۲/۳۵۰ ت ۴۶۹۰، تقریب التہذیب مع التحریر ۳/۱۹۰ ت ۵۵۹۶)

حافظ ابن شاہین نے کہا: کوفی ثقہ (تاریخ اسماء الثقات: ۱۱۵۹)

امام مسلم وغیرہ نے قیس بن وہب کی حدیث کی تصحیح کے ذریعے سے اُن کی توثیق کی اور کسی نے بھی اُن پر کوئی جرح نہیں کی مگر میرٹھی کے نزدیک وہ ''چنداں قابل اعتماد'' نہیں تھے۔!

سوال یہ ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل اور اجماعِ محدثین کے مقابلے میں میرٹھی کی کیا حیثیت ہے؟

۴: عبداللہ بن سالم الاشعری الوحاظی راوی کو ابن حبان، دارقطنی اور بخاری نے ثقہ وصدوق قرار دیا۔ ذہبی اور ابن حجر نے اس راوی کا صدوق (سچا) ہونا تسلیم کر کے اُس کی ناصبیت کی طرف اشارہ کیا۔ ابن خزیمہ، حاکم، بیہقی اور ابن القیم نے عبداللہ بن سالم کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اُن کی توثیق کی ہے۔

دیکھئے میری کتاب: القول المتین فی الجہر بالتامین (ص ۲۷، ۲۸)

جمہور کی اس توثیق کے مقابلے میں ابوعبید الآجری عن ابی داود کی سند سے مروی ہے کہ عبداللہ بن سالم نے کہا: علی نے ابوبکر و عمر کے قتل پر اعانت کی ہے الخ

یہ جرح تین وجہ سے مردود ہے:

اول: عبداللہ بن سالم ۱۷۹ھ کو فوت ہوئے اور امام ابوداود ۲۰۲ھ کو پیدا ہوئے لہٰذا اُن کا یہ قول منقطع و بے سند ہونے کی وجہ سے نا قابلِ سماعت ہے۔

دوم: آجری بذاتِ خود مجہول الحال ہے۔

سوم: یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

اس غیر ثابت جرح کو بنیاد بنا کر ازہر میرٹھی نے کہا: ''یہ حدیث غریب و موضوع ہے صرف عبداللہ بن سالم وحاظی نے اس کی روایت کی ہے۔ سند اور متن دونوں اس کے تصنیف کئے ہوئے ہیں۔ یہ شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انحراف کی بیماری میں مبتلا تھا۔ کھلم کھلا کہتا تھا کہ حضرت عمر و عثمان کو قتل کرانے میں علیؓ کا ہاتھ تھا۔'' (احادیث دجال...ص ۳۲)

یادر ہے کہ عبداللہ بن سالم کا ناصبی ہونا ثابت نہیں ہے۔

۵: زیاد بن ریاح القیسی المدنی البصری کے بارے میں امام عجلی نے فرمایا:

''**بصري تابعي ثقة**'' (تاریخ العجلی: ۵۰۷)

حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (۲۵۴/۴)

حافظ ذہبی اور ابن حجر دونوں نے کہا: ثقة (الکاشف ۲۵۹/۱ ت ۱۷۰۳، تقریب التہذیب: ۲۰۷۴)

امام مسلم وغیرہ نے اُن کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اُن کی توثیق کی اور کسی نے بھی جرح نہیں کی مگر ازہر میرٹھی نے کہا: ''پس یہ کوئی معروف شخص نہ تھا۔ ابو ھریرہ سے اس کی ملاقات بھی مشتبہ ہے۔'' (احادیث دجال...ص ۳۷)

امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ زیاد بن ریاح سے نقل کیا کہ ''**سمعت أبا هريرة قال** '' الخ میں نے ابو ہریرہ سے سنا، انھوں نے فرمایا: الخ

(مسند احمد ۴۸۸/۲ ح ۱۰۳۳۴، وسندہ صحیح وقال المحققون: إسنادہ صحیح)

معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے زیاد بن ریاح کی ملاقات مشکوک نہیں بلکہ ثابت ہے۔

۶: لیث بن سعد عن سعید بن ابی سعید المقبری عن عطاء بن میناء عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند

سے ایک روایت کے بارے میں میرٹھی نے کہا: ''یہ حدیث ابوھریرہ سے عطاء بن میناء مدنی نے جو عبدالرحمٰن بن ابی ذباب کا آزاد کیا ہوا غلام تھا اور اس سے سعید مقبری نے اور اس سے لیث بن سعد نے روایت کی ہے مگر نہ لیث نے یہ ذکر کیا کہ میں نے یہ حدیث سعید سے سنی تھی نہ سعید نے بتایا کہ میں نے عطاء سے سنی نہ عطاء نے یہ کہا کہ میں نے ابوھریرہ سے سنی تھی۔ سب نے لفظ عن استعمال کیا ہے۔'' (احادیث دجال... ص ۴۷، ۴۸)

عرض ہے کہ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ لیث بن سعد سے روایت ہے کہ'' **حدثني سعيد بن أبي سعيد عن عطاء بن ميناء مولى ابن أبي ذباب عن أبي هريرة** '' الخ (۲/۴۹۴ ح ۱۰۴۰۴)

معلوم ہوا کہ امام لیث نے یہ حدیث سعید المقبری سے سنی تھی۔

عطاء بن میناء کا مدلس ہونا ثابت نہیں اور حدیث جہاد میں انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کی ہے۔ (دیکھئے مسند احمد ۲/۴۹۴ ح ۱۰۴۰۷، وسندہ صحیح، سنن النسائی ۶/۱۷ ح ۳۱۲۵)

۷: ایک حدیث کے بارے میں ازہر میرٹھی نے کہا: ''اس حدیث کی اسناد میں دو راوی ضعیف و غیر ثقہ ہیں ایک کثیر بن زید مدنی جو بنی اسلم کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا دوسرا اس کا شیخ ولید بن رباح مدنی جو عبدالرحمٰن بن ابی ذباب دوسی کا آزاد کردہ تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ موالی (غلمٹے) جھوٹ بولنے میں عموماً زیادہ بے باک تھے۔'' (احادیث دجال... ص ۴۹)

ولید بن رباح کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ ابو حاتم نے صالح اور بخاری نے حسن الحدیث کہا۔ حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی دونوں نے انھیں صدوق (سچا) کہا۔ دیکھئے میری کتاب علمی مقالات (ج ۱ ص ۱۰۹)

کسی نے بھی اُن پر جرح نہیں کی لہٰذا میرٹھی کا انھیں بغیر کسی دلیل کے ضعیف کہنا مردود ہے۔

تنبیہ اول: کثیر بن زید المدنی پر بھی میرٹھی کی جرح مردود ہے۔

تنبیہ دوم: میرٹھی نے قرآن، حدیث اور دلائل شرعیہ سے کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ موالی

(غلام یا آزاد کردہ غلام) جھوٹ بولنے میں عموماً زیادہ بے باک تھے۔

صحابۂ کرام میں سے موالی مثلاً سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ وغیرہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟!

۸: امام ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی رحمہ اللہ نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ: حدثنی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث بیان کی، جس کے بارے میں میرٹھی نے لکھا ہے: ''سند کے لحاظ سے یہ بھی منقطع ہے کیونکہ اوزاعی کا اسحاق سے سماع ثابت نہیں۔''

(احادیث دجال...ص ۵۳)

عرض ہے کہ صحیح بخاری میں اسی حدیث کی سند میں لکھا ہوا ہے:

''**حدثنا أبو عمرو : حدثنا إسحاق : حدثني أنس ...** '' ہمیں ابوعمرو (الاوزاعی) نے حدیث بیان کی: ہمیں اسحاق (بن عبداللہ بن ابی طلحہ) نے حدیث بیان کی: مجھے انس نے حدیث بیان کی۔ (ح ۱۸۸۱، باب: لا یدخل الدجال المدینۃ)

ثابت ہوا کہ یہ حدیث امام اوزاعی نے امام اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے سنی تھی لہٰذا میرٹھی نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ اوزاعی کا اسحاق سے سماع ثابت نہیں۔

۹: حضرمی بن لاحق التمیمی السعدی الیمانی کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۲۴۹/۶)

حاکم اور ذہبی دونوں نے اُن کی حدیث کی تصحیح کی۔ (المستدرک والتلخیص ۵۶۳/۱)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: '' **لیس به بأس** '' اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔

(الجرح والتعدیل ۳۰۲/۳ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: '' **إذا قلت : لیس به بأس فهو ثقة ...** '' جب میں (کسی کے بارے میں) کہوں: **لیس به بأس** تو وہ (میرے نزدیک) ثقہ ہے.... (التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ ص ۵۹۲ فقرہ: ۱۴۲۳، وسندہ صحیح)

ابن شاہین نے حضرمی مذکور کو کتاب الثقات میں ذکر کیا اور امام ابن معین سے اُن کے بارے میں ثقہ کا صریح لفظ نقل کیا۔ (تاریخ اسماء الثقات: ۳۰۸)

حافظ ابن حجر نے کہا: **لا بأس به** . (تقریب التہذیب:۱۳۹۶)

ان پر کسی قسم کی جرح نہیں ہے لیکن از ہر میرٹھی نے کہا: ''حضرمی بن لاحق کذاب خبیث نے کہا کہ ابو صالح ذکوان نے اسے بتایا... یہ حدیث حضرمی بن لاحق کی گھڑی ہوئی ہے جو ایک قصہ گو شخص تھا۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب وغیرہ میں ہے۔'' (احادیث دجال...ص ۵۶، ۵۷)

تہذیب التہذیب میں حضرمی بن لاحق کی توثیق مروی ہے۔ (دیکھئے ج ۲ ص ۳۹۴۔۳۹۵، دوسرا نسخہ ص ۳۴۰) اور جرح نہیں ہے۔ جبکہ سلیمان التیمی کے استاذ ایک دوسرے حضرمی کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ وہ قاص تھا اور وہ حضرمی بن لاحق نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۳۹۵)

حضرمی بن لاحق کے بارے میں تو تہذیب میں عکرمہ بن عمار سے روایت ہے کہ وہ فقیہ تھا، میں ۱۰۰ ہجری میں اس کے ساتھ مکہ گیا تھا۔ (ایضاً ص ۳۹۵)

یاد رہے کہ یہاں قاص سے مراد واعظ اور خطیب ہے کیونکہ لغت میں واعظ اور خطیب کو بھی قاص کہتے ہیں۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۳۲۰)

یہاں قاص سے جھوٹا قصہ گو مراد لینا غلط ہے اور یہ واعظ وخطیب (یا میرٹھی: قصہ گو) دوسرا شخص تھا، حضرمی بن لاحق نہیں تھا لہٰذا میرٹھی کی جرح مردود ہے۔

۱۰ : ابو مالک سعد بن طارق الاشجعی الکوفی رحمہ اللہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام عجلی نے کہا: ثقہ۔ ابو حاتم الرازی نے کہا: صالح الحدیث، ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ نسائی نے کہا: **لیس به بأس** . ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار نے انھیں ثقہ کہا۔ ابن خلفون نے ابن نمیر وغیرہ سے (بغیر کسی سند کے) نقل کیا کہ وہ ثقہ ہیں۔ عقیلی نے (بغیر کسی سند کے) کہا کہ یحییٰ بن سعید نے اس سے روایت چھوڑ دی تھی۔ ابن عبدالبر نے کہا: اس میں مجھے کوئی اختلاف معلوم نہیں کہ وہ ثقہ عالم ہیں۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (۳/ ۴۷۳ دوسرا نسخہ ص ۴۱۰ ملخصاً)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابو مالک کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے، صرف یحییٰ بن سعید نے اُن سے (بقول عقیلی) روایت کرنی چھوڑ دی تھی۔

ازہر میرٹھی نے لکھا ہے: ''اس کے راوی سعد بن طارق ابو مالک اشجعی کے متعلق تہذیب التہذیب میں ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان نے اسے متروک الحدیث قرار دیا تھا۔''

(احادیث دجال....ص۶۰)

آپ نے دیکھ لیا کہ یحییٰ بن سعید القطان نے سعد بن طارق کو متروک الحدیث نہیں قرار دیا، صرف (بقول عقیلی) روایت ترک کردی۔ یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: جمہور کی توثیق کے بعد ایک دو علماء یا اقلیت کی جرح مردود ہوتی ہے۔

دوم: ابو مالک سے روایت کا ترک کرنا بھی باسند صحیح یحییٰ بن سعید القطان سے ثابت نہیں ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ اسماء الرجال کی کتابوں کو غلط استعمال کر کے منکرینِ حدیث کس طرح صحیح حدیث کو ضعیف اور موضوع ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ازہر میرٹھی کی طرح تمنا عمادی بھی اسی میدان کا فرد اور قلمکار تھا۔

راقم الحروف کی ایک تحریر بطورِ قند مکرر دوبارہ پیشِ خدمت ہے:

''بعض لوگوں نے میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب اور تہذیب الکمال وغیرہ کتبِ اسماء الرجال میں سے صحیحین کے بعض مرکزی راویوں پر بعض جرحیں نقل کر کے ان کی روایات رد کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ حرکت حبیب الرحمٰن کاندھلوی، تمنا عمادی، شبیر احمد ازہر میرٹھی اور محمد ہادی تورڈھیروی وغیرہ منکرینِ حدیث نے کی ہے۔ صحیحین کی اصولی روایتوں پر اسماء الرجال کی کتابوں میں یہ جرحیں دیکھ کر ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تمام جروح درج ذیل دو باتوں پر مشتمل ہیں:

① بعض جرحیں اصل جارحین سے ثابت ہی نہیں ہیں، مثلاً صحیحین کے بنیادی راوی ابن جریج کے بارے میں بعض الناس نے تذکرۃ الحفاظ للذہبی (۱؍۱۷۰، ۱۷۱ ت ۱۶۴) وغیرہ کے ذریعے سے لکھا ہے کہ ابن جریج نے نوے (۹۰) عورتوں سے متعہ کیا تھا۔ دیکھئے حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی حیاتی کی کتاب ''نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح''

(مقدمہ ص ۱۸ ابترقیمی)

تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہوا ہے: ”وقال جرير: كان ابن جريج يرى المتعة تزوج ستين امرأة... قال ابن عبدالحكم: سمعت الشافعي يقول: استمتع ابن جريج بتسعين امرأة حتى أنه كان يحتقن في الليلة بأوقية شيرج طلبًا للجماع “ (۱/۱۷۰، ۱۷۱)

جرح کے یہ دونوں اقوال بے سند ہونے کی وجہ سے باطل ہیں۔ جریر اور ابن عبدالحکم کی وفات کے صدیوں بعد حافظ ذہبی پیدا ہوئے لہٰذا انھیں کس ذریعے سے یہ اقوال ملے؟ یہ ذریعہ نامعلوم ہے۔ اسی طرح مؤمل بن اسماعیل پر امام بخاری کی طرف منسوب جرح (منکر الحدیث) امام بخاری رحمہ اللہ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

۲ بعض جرحیں اصل جارحین سے ثابت ہوتی ہیں لیکن جمہور کی توثیق یا تعدیلِ صریح کے مقابلے میں مرجوح یا غیر صریح ہونے کی وجہ سے مردود ہوتی ہیں، مثلاً امام زہری، عبدالرزاق بن ہمام، بقیہ بن الولید، عبدالحمید بن جعفر، عکرمہ مولیٰ ابن عباس اور محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہم پر تمام جرحیں جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

تنبیہ: امام زہری کا ذکر بطورِ فرض کیا گیا ہے ورنہ وہ تو بالاجماع ثقہ ہیں۔ والحمدللہ

جب کسی راوی پر جرح وتعدیل میں محدثین کا اختلاف ہو تو جارحین مع جرح اور معدلین مع تعدیل جمع کر کے دیکھیں پھر اس حالت میں جس طرف جمہور ہیں وہی حق اور صواب ہے۔ تمنا عمادی، کاندھلوی اور شبیر احمد میرٹھی وغیرہ تمام لوگوں کی صحیحین کے بنیادی و اصولی راویوں پر جرحیں جمہور اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہیں۔

☆ بعض لوگ تدلیس یا اختلاط کی وجہ سے بھی جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ثقہ مدلس راوی کی روایت تصریح سماع یا معتبر متابعت وصحیح شاہد کے بعد صحیح و حجت ہوتی ہے اور مختلط کی اختلاط سے پہلے والی روایت بھی بالکل صحیح ہوتی ہے۔

[باقی آئندہ شمارے میں/ ان شاءاللہ]